



طالب سے طلب



حافتہ سرمنتو

No:- 72.

KHAN CORPORATION,  
Bookellers & Printers & Library,  
126-U/2, P.L.D.H. Society,  
Karachi-20



ایشان کا پیشال ادیب  
سادت سکن مندو

# عظمیم فرنگار کی دیگر کتب

مرقتے	۳/۰
شکاری اخوتیں	۳/۰
بغیر اجازت	۳/۰
رقی ماشه توں	۳/۰
ایک مرد	۳/۵
جانے	۳/۰
بغیر عنوان کے	۳/۰
کالی شلوار	۵/۰

زندہ حاویہ مصنف

## سعادت حسن مٹو

بے بال تعلم سے

# طاہرہ سے طاہرہ

منٹو کے غیر مطبوعہ افسانوں کا مجموعہ

## طُرْفَ الْمَدْوَنَةِ بِكَلْمَةِ الْمَدْوَنَةِ



صید افسے ۱۰۔ ایک رود ازار ملی لائبریری پنجابی اور  
بڑا نجح جت اس رود ای مال آکوہ ملی اور پاکستانی ۷۲۱۵۵

(ریڈ سکووی دامی بحق نظر احمد قریشی اینڈ منز محفوظلیں)

قیمت ۵۰ روپے

پہلی بار ۱۹۶۱ء

تعداد ایک ہزار

بذریعہ آفیٹ بیج ہوئی

فون

پرنس	کوہ مری	مگر
۵۵۹۸۴	۲۳۵۶	۶۳۳۳۸

اطہر اطہر برادر نے چناب پرنس  
سے چھپوا کر اپنے ادارے سے  
شائع کی۔

طاہرہ سے طاہر.....

سعادت حسَن مُنْظَق

ہمیں فخر  
ہے کہ  
ہم نے  
ادب کی  
خدمت کی  
ہے۔ اور  
آپ کے  
ممنون یہیں  
کر آپ نے  
ہماری  
حوالہ افزائی  
کی ہے۔

نامہید طفر

اچھی  
کتابیں  
آپ  
کے  
قیمتی  
ذہن  
کو  
نشودہ  
بہنسکر  
ہیں

---

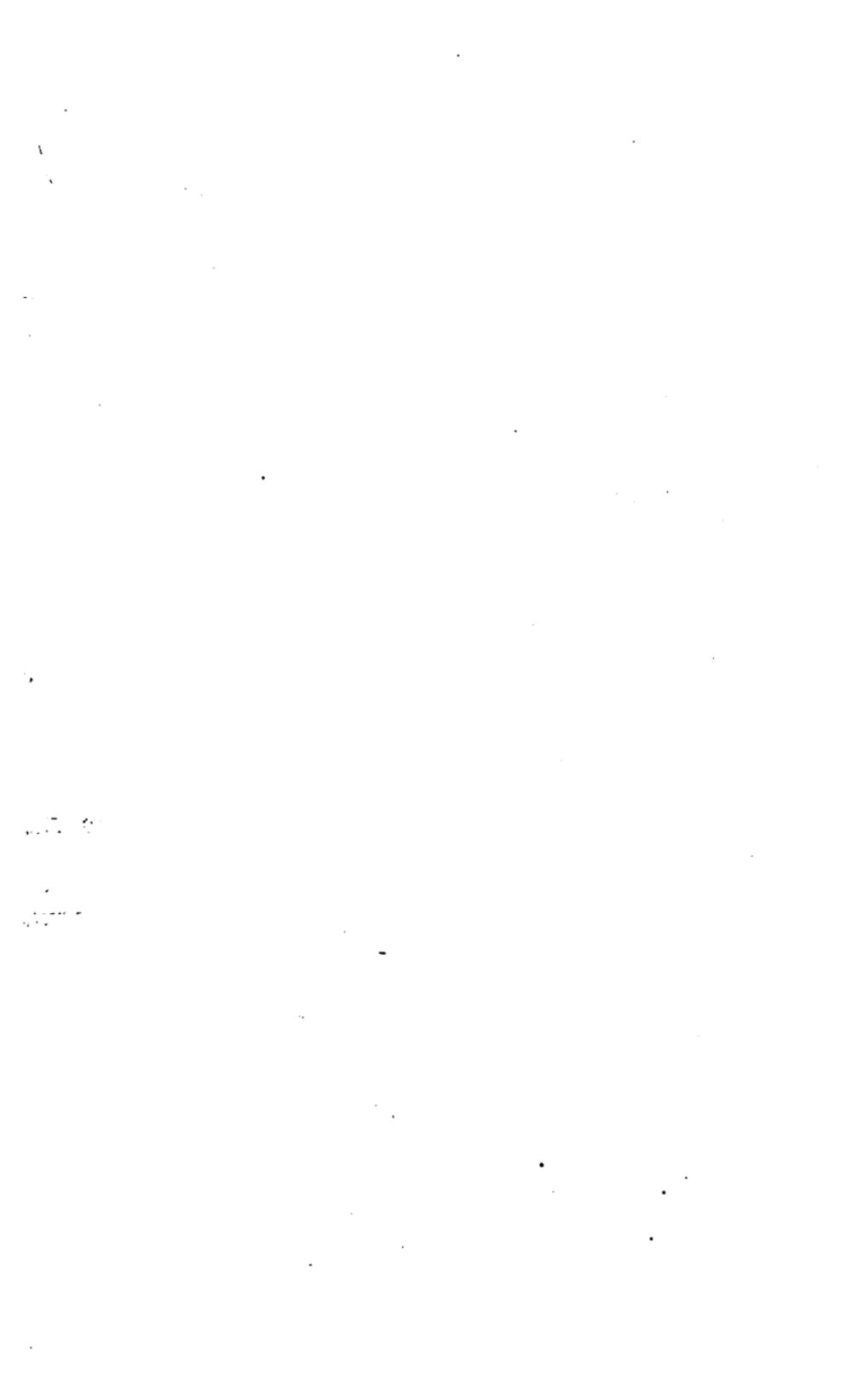
ظفر احمدہ

# الفہارٹ

---

سیدا

۹	
۲۲	رومان
۳۲	ایک سچی کہانی
۳۵	ایک خبر
۵۵	زہر خود رانی
۶۵	عُسْ شریف
۷۴	سنگروستان
۱۲۹	طاہر سے طاہر اور سید سے سیدا
۱۴۳	بلڈھا کھو سٹ
۱۵۳	حافظ حسن دین
۲۶۲	انداز کلی
۱۶۱	ملاوٹ
۱۸۰	مکٹشیں





## شیدا

رشیدے کے متعلق امریسر میں یہ مشور تھا کہ  
وہ چنان سے بھی مگر لے سکتا ہے۔ اس میں بلا کی پھر قیادت  
سمتی۔ گوتن دلوش کے خانہ سے وہ ایک کمزور انسان دکھانی دیتا  
جاتا، لیکن امریسر کے سارے غاذیے اُس سے خوف کھاتے اور  
اُس کو احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے۔

فرید کا چوک، معلوم نہیں فضادات کے بعد اُس کی کیا حالت  
بنتے عجیب و غریب جگہ تھی۔ یہاں شاعر بھی تھے۔ ڈاکٹر اور حکیم بھی،  
موضی اور جلاس ہے، جواری اور بد غواص، نیک اور پرمیزگار سمجھی  
یہاں بستے تھے۔ ہر وقت گماگھی رہتی تھی۔

رشیدے کی سرگرمیاں چوک سے باہر ہوتی تھیں، یعنی وہ اپنے  
علاقے میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا تھا، جس پر اُس کے محلے والوں  
کو اعتراض ہو۔ اُس نے جتنی لڑائیاں لڑیں، دوسرے غاذیوں کے  
محلے میں۔

وہ کہا کرتا تھا "اپنے محلے میں کسی دوسرے محلے کے غاذیوں سے

سے لڑانا مردی کی نشانی ہے۔ مزا تو یہ ہے کہ دشمن کو اُس کی اپنی جگہ پر مارا جائے۔“

اور یہ صحیح تھا۔ ایک بار پٹرنسوں سے اُس کی بھٹن گئی۔ وہ کئی مرتبہ چوک فرید سے گزرے۔ بڑگیں مارتے، نفرے لگاتے، شیدے سے کوکالیاں دیتے۔ وہ یہ سب سن رہا تھا مگر اُس نے ان سے بھرنا مناسب نہ سمجھا اور خاموش رحمان تاندر و کی دلکان میں بیٹھا رہا۔

لیکن دکھنوں کے بعد وہ پٹرنسوں کے محلے کی طرف روانہ ہوا۔ اکیلا۔ بالکل اکیلا اور پھر غیر مسلح۔

وہاں جا کر اُس نے ایک فلک شکاف نفرہ بلند کیا، اور پٹرنسوں کو جو اپنے کام میں مصروف تھے لالکارا ”نکلو باہر، تمہاری.....!“

دس پندرہ پٹرنس لامٹیاں لے کر باہر نکل آئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ میرا خیال ہے، شیدے اگٹکے اور بندوں کا ماہر تھا۔ اُس پر لامٹیاں برسائی گئیں، لیکن اُس نے ایک بھی ضرر اپنے پر نہ لگنے دی۔ ایسے پنتر سے بدلتا رہا کہ پٹرنسوں کی سماجی کم ہو گئی۔

آخر اُس نے ایک پٹرنس سے بڑی چاہب دستی سے لامٹی چھینی اور حملہ آوروں کو مار کے ادھ مٹا کر دیا۔

دو برسے روز اُسے گرفتار کر لیا گیا — دو برس قیدِ بامشقت  
کی سزا ہوئی۔ وہ جیل چلا گیا۔ جیسے وہ اُس کا اپنا گھر نہ بے  
اس دوران میں اُس کی بوڑھی ماں دلتا "فرتنا" ملاقات کیلیے  
آتی رہی۔

وہ مشقت کرتا تھا، لیکن اُسے کوئی کوشت نہیں ہوتی تھی  
وہ سوچتا تھا کہ چلو درزش ہو رہی بئے، صحبت ٹھیک رہے  
گی۔

اُس کی صحبت، با وجود اس کے کہ کھانا بڑا داہیات ہوتا  
پہلے سے بہتر تھی۔ اُس کا وزن بڑھ گیا تھا۔ لیکن وہ بعض اوقات  
غموم ہو جاتا اور اپنی کوٹھڑی میں ساری رات باگتا رہتا۔  
اُس کے ہونٹوں پر پنجابی کی یہ بولی ہوتی ہے  
کی پچیدہ تیری یاری  
ہمناں ہمناں ہو کے ٹوٹ گئی

ایک برس گزر گیا، مشقت کرتے کرتے — اب اُس کی  
افسردگی کا دور منڈوع ہوا۔ اُس نے مخفاف بر لیاں گانا شروع  
کر دیں۔ مجھے ایک قیدی نے بتایا، جو اُس کے ساتھ والی کوٹھڑی  
میں تھا کہ —

وہ یہ بر لیاں گایا کرتا تھا —

لہجہ جان گے یار گواچے  
بھیکے لے لے پناہ دے

اس کا مطلب یہ ہے کہ تجھے تیرا کم شدہ محبوب مل جائے گا اگر  
تو دریا کے ساحل پر کشتیاں چلانے کا ٹھیکا لے لے۔

گڈی کٹ جاندی جھنماں دے پریم والی ،  
منڈے سے لے جاندے اوختا دی ڈولکے

یعنی جن کی محبت کی پنگ کٹ جاتی ہے تو وہ کے بالے بڑا شور پھاتے  
پس اور ان کی ڈولوٹ کر لے جاتے ہیں۔

میں اب اور بولیوں کا ذکر نہیں کر دیں گا ، کیونکہ ان سب کا  
جو شیدے کے ہونٹوں پر ہوتی تھیں ، ایک ہی قسم کا مفہوم ہے  
اس قیدی نے مجھ سے کہا :

” ہم سمجھ گئے تھے کہ شیدا کسی کے عشق میں گرفتار  
ہے ۔ کیونکہ ہم نے کئی مرتبہ اُسے آپس بھرتے بھی دیکھا ۔  
مشقت کے دران وہ بالکل خاموش رہتا ، ایسا معلوم ہوتا جیسے  
وہ کسی اور دنیا کی سیر کر رہا ہے ۔ مخواڑے تھوڑے قلعوں  
کے بعد ایک لمبی آہ بھرتا اور پھر اپنے خیالات میں کھو جاتا ۔ ”

ڈیڑھ برس کے بعد جب شیدا خود کشی کا ارادہ کر چکا تھا، اور  
کوئی ایسی ترکیب سوتھ رہا تھا کہ اپنی زندگی ختم کر دے کر اُسے  
اطلاع ملی کہ ایک نوجوان لڑکی تم سے ملنے آئی ہے۔ اُسے بڑی  
حیرت ہوئی کہ یہ جوان لڑکی کون ہو سکتی ہے۔ اُس کی سرف ماں ہی  
ماں تھی جو اس سے اپنی ممتاز کر باعث ملنے آ جایا کرتی تھی۔  
ملاقات کا انتظام ہوا۔ شیدا سلاخوں کے پیچے کھڑا تھا۔

اُس کے ساتھ مسلح سپاہی۔ لڑکی کو بلا یا گیا۔ شیدا سے نے سلاخوں  
میں سے دیکھا کہ ایک بر قع پوش عورت آہنی پنجھر سے کی طرف بڑھ  
رہی ہے۔ اُس کو ابھی تک یہ حیرت تھی کہ یہ عورت یا لڑکی کون ہو  
سکتی ہے۔ اسفید بر قع تھا۔ جب وہ پاس آئی تو اُس نے نقاب  
اٹھائی۔ شیدا چینا "تم... تم کیسے...!"  
زینا، جو کہ پڑنگوں کی لڑکی تھی، زار و قطار رونے لگی۔ اُس  
کا حلق میں لفظ املک اٹک گئے۔

"میں تم سے ملنے آئی ہوں — لیکن — لیکن مجھے...  
مجھے معاف کر دینا اتنی دیر کے بعد آئی ہوں — تم — خدا معلوم  
اپنے دل میں میرے متعلق کیا سوچتے ہو گے؟"

شیدتے نے سلاخوں کے سالمتوں سر لٹا گر کہا:

”منیں میری جان — میں بخارے متعلق سوچتا ہزور رہا

میکن میں جانتا تھا کہ تم بجبور ہو۔“

زینخا نے روتنے ہوئے کہا:

”میں واقعی بجبور تھی — لیکن آج مجھے موقع ملا تو میں آگئی۔ پس

کہتی ہوں میرا دل کسی چیز میں منیں لگتا تھا۔“

”یہ موقعہ تمھیں کیسے مل گیا؟“

زینخا کی آنکھوں سے آنسو روان تھے۔

”میرے ابا کا اسقال ہو گیا ہے۔ مل ان کا چالیسوائی تھا۔“

شیدا مرعوم سے اپنی ساری مختصرت بھجوں گیا۔

”خدا انھیں جنت بخشے — مجھے یہ خبر سن کر بڑا افسوس ہوا۔“

یہ کہتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ صبر کرو زینخا!

اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔“

زینخا نے اپنے سفید بر قعے سے آنسو پر پھٹے۔ میں نے بہت

صبر کیا ہے شیدتے، اب اور کتنی دیر کرنا پڑے گا — تم یہاں

سے کب نکلو گے؟“

"بس چھے میں نے رہ گئے ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے بہت پہنے  
ہی چھوڑ دیں گے۔ یہاں کے سب افسر مچھ پر مر جان ہیں۔"

زیجا کی آواز میں محبت کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا،

"جادی آؤ پیارے — مجھے اب تھاری ہونے سے روکنے  
والا کوئی نہیں۔ خدا کی قسم اُرکسی نے تھاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا  
تو میں خود اس سے نپٹنے اور گی۔ میں نہیں چاہتی کہ تم پھر امی۔  
مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔"

سنتری نے کہا کہ وقت ختم ہو گیا، چنانچہ ان کی ملاقات بھی ختم ہو گئی  
زیجا روتی روتی چلی گئی۔ اور شیدا دل میں مسرت اور آنکھوں میں آنسو  
یہے جیل کے اندر چلا گیا۔ جہاں اُس کو مشقت کرنا تھی۔ اُس دن اُس  
نے اتنا کام کیا کہ جیل وہاں رہ گئے۔

دو ہی نوں کے بعد اُسے رہا کر دیا گیا۔ اس دوران زیجا دو مرتبہ  
اُس سے ملاقات کرنے آئی تھی۔ اُس نے آخری ملاقات میں اُس  
کو بتا دیا تھا کہ وہ کہن تاریخ نو جیل سے باہر نکلے گا، چنانچہ وہ گیٹ کے پاس  
بر قلع پہنچ کھڑا ہی تھی۔ دونوں فرم مسرت میں آنسو بیانے لگے۔

شیدا سے نے تائماً لیا، دونوں اس بین سوار پہنچے اور شہر کی

بجانب پلے۔ لیکن شیدت سے کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ زلیخا کو کہاں  
لے جائے گا۔

”زلیخا! تھیں کہاں جانا ہے؟“  
زلینا نے جواب دیا۔

”نجیے معلوم نہیں — تم جہاں لے جاؤ گے، وہیں پلی ہاؤں کی“  
شیدت سے نے کچھ دیر سوچا اور زلیخا سے کہا:  
”نہیں، یہ بھیک نہیں — تم اپنے انہر جاؤ — دنیا سمجھنے لگنا کہتی ہے  
لیکن میں تھیں جائز طریقے پر حاصل کرنا پاہتا ہوں — تم سے باقاعدہ  
شادی کروں گا۔“

زلیخا نے پوچھا:

”کہہ سے؟“

شیدت سے نے جواب دیا:

”بس ایک دو چینیں لگ جائیں گے — میں اپنی بوئے کی بھیک  
پھر سے قائم کر دوں — اس عرصے میں اتنا روپیہ اکٹھا ہو جاوے گا کہ میں  
لمخار نہیں لیںے زاید پڑیے خوبصورا،“

زلیخا بہت متاثر ہوئی — تم کتنے اپنے بہ شیدت سے — جتنی دیر تم

کوئے، میں اُس گھر طریقے کے لیے انتشار کر دیں گی جب میں مختاری بھو  
جاؤں گی۔“

شیدا فراخند باتی ہو گیا۔

”جانی۔ تم اب بھی میری ہو۔ میں بھی مختارا ہوں۔ لیکن میں سے  
چاہتا ہوں، جو کام ہو تو یہ طریقے سے ہو۔ میں ان لوگوں میں سے  
ہتھیں ہوں جو دوسروں کی جوان کنواری لڑکیوں کو در غلام کر نہ راب  
کرتے ہیں۔ مجھے تم سے محبت ہے، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ  
ہے کہ مختاری خاطر میں نے مار کھائی اور قریب قریب دوسرے جیل  
میں کاٹے۔ خداوند پاک کی قسم کھا کے کتنا ہوں، ہر وقت میرے  
ہونسوں پر مختارانام رہتا تھا۔“

زینخانے کہا:

” میں نے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی، لیکن مختار سے یہ میں نے  
ایک ہمسانی سسیکھی اور بلانا غہ پانچوں وقت پڑھتی رہی۔ ہر نماز کے  
بعد دعا مانگتی کہ خدا مخفیوں ہر آنکھ سے محفوظ رکھے۔  
شیدا سے نے شہر پہنچتے ہی دوسرا تانگہ یہ لیا اور زینخا  
سے جدا ہو گیا۔ تاکہ وہ اپنے گھر جائے اور وہ اپنے۔

شیدتے نے ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر ایک ہزار روپے پر پیدا کر لیے  
ان سنتے اُس نے زینا کے لیے سونے کی چوریاں اور انگوٹھیاں  
بنوائیں۔ گلے کیلئے ایک نیکلاس بھی لیا۔ اب وہ پوری طرح لیس  
تھا۔

ایک دن وہ اپنے گھر میں اوپر پڑھی پر بیٹھا کھانا کھانے لگا  
تھا کب کچھ سے کسی عورت کے بین کرنے جیسی آواز آئی۔ وہ  
اُسے پکار رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ کو سننے بھی دے رہی تھی۔  
شیدتے نے اگلہ کر کھرا کی میں سے پچھے جھانکا، تو ایک  
بڑھیا تھی۔ جو اُس کے ملے کی نہیں تھی۔ اُس نے گردان  
الٹا کر اوپر دیکھا اور پوچھا:

”کیا تم ہی شیدتے ہو؟“

”ہاں مال۔“

”خدا کرے نہ رہو اس دنیا کے تحفے پر؛“

”تھماری بجا فی دوڑتے۔“

”تم پر بجلی گرے۔“

”مصلحتے ایک ساتھ کئی کو سننے دیئے۔“

شیدتے نے کسی قدر لغخت میں پوچھا:

”بات کیا ہے؟“

بڑھیا کا بچہ اور زیادہ تلنگ ہو گیا۔

”میری بچی تم پر نجان چھڑ کے اور محیں کچھ پتا جیں ہیں؟“

شیدتے نے سیرت سے سوال کیا:

”کون ہے مختاری بچی؟“

بڑھیا نے جواب دیا۔

”زینما اور کون؟“

شیدا سیران ہو کر بولا:

”کیا ہوا اُس کو؟“

بڑھیا روئے لگی۔

”وہ تم سے ملتی تھی۔ تم غذائے ہو۔ اس سے ایک

تھامیدا۔ نے زندگی اُس کے ساتھ اپنا منہ کالا کیا؟“

شیدتے نے ہوش دو اس ایک لختہ کیلئے غذاب ہٹکئے

مگر پھر سنبھل کر اس نے بڑھیا سے پوچھا۔

”کیا نام ہے اس تھامیدا کا؟“

بڑھیا کاپ رہی تھی۔

”کرم دادے! تم یہاں اوپر مزے میں بیٹھے رہو، بہت بڑے غندے سے بنش پھر تھے ہو۔ اگر تم میں مختوڑی سی بھی نیزت ہے تو جاؤ اور اس تھانیڈار کا سرگنڈا سے سے کامٹ کئے رکھو دو۔“

شیدا بچھوڑنے بولا۔ کھڑکی نے ہٹ کر اُس نے بڑے اطینان سے کھانا کھایا۔ پہٹ بھر کے دو ٹکڑے پانی کے پیئے اور ایک کھانے میں رکھی ہوئی کلمائڑی لے کر باہر چلا گیا۔

ایک گھنٹے کے بعد اُس نے زیستی کے گھر دروازے پر دستک دی۔ دہی بڑھیا باہر نکلی۔ شیدتے کے ہاتھ میں خون آلو د کلمائڑی تھی۔ اُس نے بڑے پڑ سکون لہجہ میں کہا:

”ماں۔ جو کام تم نے مجھ سے کھا لھا، کہ آیا یوں۔ زیستی سے میرا سلام کہنا۔ میں اب چلتا ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ سبدھا کو نقالی گیا اور خود کو پولیس کے حوالے کر

دیا۔ !!

عکوہ

# رومان

میری سمجھ دیں نہیں آتا، تمہاری عقل کو کیا بُوگیا ہے:  
 میری عقل تو صحیح سلامت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی  
 عقل ہی ماری گئی ہے۔  
 اگر میری عقل ماری گئی ہے، تو اس کا خون تمہارے سر پرستے  
 میرے سر پر؟ — ان دو مشکل کے سر پر نہیں؛ جو ہر روز آپ  
 کا خون پختے ہیں۔  
 سمجھ میں خون ہی کہاں ہے جو وہ چوں سیں گے۔ جتنا تھا، وہ تو تم چوں  
 گئی ہو۔ ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا۔  
 یہ سر اس سر تباہ ہے۔ یہ تو مجھے کہنا چاہیئے تھا کہ آپ نے میرا

خون پوچھا ہے ”  
”وہ کیسے؟“

”پائی بچے پیدا کر دیئے میں مجھ سے — ان میں کتنا خون میرا  
صناع ہوا ہے۔ آپ کو اتنے بچے پیدا کرنے پڑتے تو قدرِ عافیت  
معلوم ہو جاتی“

”عورت کا کام بچے پیدا کرنا ہے۔ گھر کا خیال رکھنا ہے۔ بہر  
ویکھنا ہے کہ سالن میں کہیں نمک زیادہ تو نہیں ڈال دیا باور چیز نے۔ چھر  
بچوں کی گھرداریت بھی اس کے فراصل میں داخل ہے۔“

”اوٹ گوڑے مردہ تھے پر ماخوذ صورتے بیٹھے رہیں۔ سالہ دان جانیاں  
لینتے رہیں۔“

”سالہ دن تو میں ذفتر میں ہوتا ہوں۔ وہاں جماں لینے کا موقع ہی کہاں  
ملتا ہے؟“

”ذفتر میں کیا آپ سارا دن ہل چلاستے رہتے ہیں؟“  
”میں نے اگر وہاں ہل چلانا شروع کر دیا تو پھر اس گھر کا اللہ حافظ ہے۔“  
”کیوں؟“

”جب ذفتر ہی میں ہل چل گیا تو یہ گھر کیسے سلامت رہے گا۔“

وہی تو میری اور تمہاری روزی کا تھیک ہے۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا،  
تمہاری عقل کو دیکھا ہو گیا ہے؟“

میری عقل بالکل درست ہے، آپ اپنی عقل کسی درست کر دیجئے؟“  
کس سے؟“

”مجھ کیا حلم۔۔۔ آپ کسی طاکٹر سے مشورہ لیجئے۔۔۔ وہ آپ کو کوئی  
نہ کوئی علاج بتا دے سکا“

”تم خود ہی بتا دو۔۔۔ مجھے خواہ مخواہ سولہ روپے نہیں دینا پڑے گی۔۔۔ تم  
گو سندا یافتہ نہیں ہو گر تقابل سے قابل طاکٹروں کا مقابلہ کر سکتے ہو“  
آپ اس طرح میرا نداق نہ ڈالیا کریں۔۔۔ خدا کی قسم میں کسی روز  
دنیا فی ہو جاؤں گی“

”دیوانہ ہذا کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔۔۔ تیس برس فرزانگی میں  
کامٹے، اتنے ہی برس دیوانگی میں۔۔۔ دنو ہر سے لئے“

”خدا کر سے آپ پاگل ہو جائیں۔۔۔ اور پاگلنے کے مزے چکھتے رہیں  
میں تو پاگل ہوں۔۔۔ اس لئے کہ تم ایسی بیوی سے نباہ کئے جا رہا  
ہوں۔۔۔“

”نباہ میں کر رہی ہوں یا آپ۔۔۔ پندرہ برس سے میں آپ

آپ کی زیادتیاں بروائش کر رہی ہوں ۔ شروع شروع میں آپ  
کارویہ ٹھیک تھا، مگر دبرسوں کے بعد ہی آپ بالکل بدل گئے جیسے  
محجر سے کولی واسطہ ہی نہیں ۔

”واسطہ کیوں نہیں ۔“ جیسا پہلے تھے، ان پندرہ برسوں کے بعد جو  
ویسا ہی ہے ۔ تمہیں یہ کیسے حسنوس بڑا کہ مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں رہا  
”آپ اپنے دل سے پوچھئے ۔“

”میں اپنے دل سے کیا پوچھوں ۔“ اس کو تو تم نے کباب سینخ بنا

دیا ہے ۔“

”جی ہاں اللہ پور کوتواں کوڑا نہ ۔“ میں نے آپ کو کباب سینخ  
بنایا ہے ۔ کباب سینخ بنانے والے آپ کے دہ دوست ہیں  
جو آپ کے ساتھ جنک کی طرح چھٹے رہتے ہیں ۔ خدا غارت کرے  
ان کو“

”تم کسی کو بدعتا نہ دیا کرو ۔“

”کیوں نہ دوں ۔“ میرا کلیجن اون لوگوں کی وجہ سے علتا رہتا ہے ۔  
ان کے لئے لمیونیڈ آتے ہیں۔ بہترین سے بہترین مٹھائیاں آتی ہیں ۔  
ان کو شراب بھی پلاٹی جاتی ہے۔ اور اگر میں کہوں کہ مجھے ڈوریے کا ایک

مکان لاد بیکھئے، تو آپ کہتے ہیں اس مہینے بھجٹ میں کوئی گنجائش نہیں۔  
اس گھر میں جو کچھ ہے، وہ آپ کا ہے، میں میں میں ہوں شیر و میں۔ نہ  
شیر کی گردہ میں ”

” دکھوا لیں باتیں مت کیا کرو۔ ”

” میں نے کب ایسی باتیں کی ہیں، لیکن آج آپ نے جھجڑے کی  
ٹھانی تھی۔ صبح اٹھتے ہی مجھ سے کہا، تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے ”  
” میں دیر سے اٹھا۔ پر تم بھی سور ہی تھیں۔ غورت کا یہ کام  
ہے کہ وہ خاوند کو اٹھائے۔ اسکو ناشستہ دے۔ اس کے کپڑے  
نکالنے۔ ”

” اور اسکو گود میں بھاگر دو دھیلائے۔ اُس کا کھلٹ بدلے۔  
اس کی ناک صاف کرے۔ ”

” اب تم مذاق پر اتر آئیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ”

” جب آپ مذاق اٹھائیں نو وہ اچھی بات ہوتی ہے۔ جب میں  
کوئی اچھی بات کہہ دوں تو وہ مذاق ہو جاتا ہے ”  
” اب تم سے کوئی سمجھت کرے۔ چھوڑ داس تھے کو۔ مجھے ذفتر  
جانا ہے۔ جاؤ ناشستہ تیار کراؤ ”

آپ خود ہی تیار کرائیے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر روز میں ہی یہ کام

کیا کروں

”تو اور کون کرے گا“

”آج آپ کیجئے۔ کل کا دیکھا جائے گا۔“

”میں اس بک بک میں کبھی نہیں پڑوں گا۔ ناشتہ کئے بغیر

چلا جاؤں گا۔“

”وہاں وفتر میں کنٹین جو ہے۔ وہاں آپ پڑنکافت ناشتہ کریں گے۔“

”ایک دانڈ سے کھالوں گا۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں اس سے

زیادہ کچھ نہیں کھا سکتا۔“

”مرغ کی چار ٹانگیں تو آپ بڑی رغبت سے کھا لیتے ہیں۔“

”انڈوں میں ٹانگیں کہاں ہوتی ہیں؟“

”کہیں نہ کہیں ہوتی ہوں گی۔ آخر انڈوں ہی سے تو مرغ مرغیاں

پیدا ہوتی ہیں۔“

”اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انڈہ صرف انڈہ  
ہوتا ہے۔ مرغ، مرغ اور مرغی مرغی۔ تم کیا مرغی کو انڈہ نباہکتی  
ہو۔ یا انڈہ سے کو مرغ؟“

"یہ کیا بے ہودہ گفتاد ہے؟"

"ہرودہ بات بودلیل پر مبنی ہو رہ تھا وہ اُن طبقیں بے ہودہ ہوتی ہے۔ معلوم نہیں ہرودہ بات کیسی ہوتی ہے جو تمہیں سیندا آئے۔ مجھے کوئی ایسی لعنت تیار کر دو، تب کسے مطابق میں تم سے گفتگو کیا کروں، تاکہ تمہیں اعتراف کا موقع ہی نہ لے۔ میں بڑا بخوردار قسم کا شد ہر ہوں"

"کیا کہنے پیں آپ کے۔ آپ تو فرشتہ ہیں۔ فرشتہ!"

"مجھے فرشتہ نہ کہو۔ مزانا فالسب نے کہا ہے ہے پکڑ سے جاتے ہیں فرشتوں کے کہے پر ناجتی۔ آدمی کوئی ہمارا دم سخیر یہ بھی مختا؟"

"میری سمجھیں کچھ بھی نہیں آیا"

"چلو یہ بھی اچھا ہوا۔ تمہاری سمجھیں جو بات نہ آئے رہ دراصل بات ہوتی ہے۔"

"یہ اپنی فلاسفی چھوڑ دیئے، اور مجھے تباہی کے صبح اُجھٹتے ہی آپ نے مجھ سے چھوڑنا کیوں شروع کر دیا؟۔ آپ نے کم از کم میرا آدھا گھنٹہ خراب کر دیا ہے"

"وہ اچھا ہو جائے گا۔ تم مجھ سے تجھ کچھ لوپوچنا چاہتی ہیں، لیو پوچھو تو"

”میں آپ سے لوچھہ تو رہی تھی کہ آپ نے صبح اٹھتے ہی مجھ سے جھگڑا

کیوں شروع کر دیا؟“

”کس کم بحث کو یاد رہا ہے کہ میں نے تم سے جھگڑا نے کی قسم کی کوئی بات کی تو۔“

”آپ کو اپنی کوئی بات کبھی یاد نہیں رہتی ہے۔—ہر وقت تو شراب کے نشہ میں دعست رہتے ہیں۔“

”خداوند شاہد ہے، میں نے اکیلہ ہمینہ سے ایکس، قطرہ بھی نہیں

پیا۔

”اویہ جو خالی ہوتیں، میں ہر آنے والے بھتی ہوں، کہاں سے آتی ہیں۔“

”مجھے معلوم نہیں۔—پہلے کی پڑی ہوں گی۔“

”پہلے کی پڑی ہوں گی!—اب آپ، ایسا کیجیے کہ اپنی خالی ہوتیں باہر چینیک دیا کیجیے تاکہ مجھے پڑی ہو۔ پہلے کہ آپ نے خود اور اپنے دوستوں کو کتنی پلاٹی ہے۔“

”میں خالی ہوتیں تمہارے کہنے پر باہر چینیک دیا کروں گا۔ لیکن

”نقشان تمہارا ہی ہو گا۔“

”مجھے بہ نقشان قبول ہے۔“

”یہ تو بہت اچھی اور مبارک بات ہے ہے۔“

”اچھی اور مبارک آپ کے لئے ہے۔ میرے بیٹے نہیں۔“

آپ مجھے بیہتا یئے کہ آپ نے صحیح سویرے مجھ سے ہمگڑا کیوں مل لیا۔“

”بھائی! تم اتنی عقلمند بنتی پھر تی ہو، اتنا بھی نہیں سمجھتی ہو۔“

”عقل تو خیر خدا نے صرف آپ ہی کو دی ہے۔ میں آپ کی رمزوں کو کیا سمجھوں گی۔ آپ خود مجھے بتا دیں کہ اس درجہ تک کیوں ہوتے۔“

”معمولی سی بات ہے۔ لیکن میں نے ساری رات کا نٹوں پر

گزاری۔“

”وہ کیوں؟“

”تم پہلے تو خڑا ٹیکی رہیں۔ جب میں نے ناگ آگر تھیں کوڑ بدلنے کے لئے کہا تو تم نے رنگے شکو سے شروع کر دیئے۔“

”کیا؟“

”تمہاری اپنی دماغی اختیار تھے۔ یہ کہ میں کسی لڑکی سے عشق لڑا بر لانوں، جس کو بڑا باروپے دے چکا ہوں۔“

”مجھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں۔“

”بیگم صاحب — ایک خطے کے آیا ہے کوئی“  
 ”صاحب کے لئے ہے“  
 ”لے آؤ — کہہ دنیا کہ انہوں نے دھوں کر لیا ہے“  
 ”میں خراٹے لیتی رہی — اور گھے شکوے کرتی رہی — میں  
 اصل میں ہدش مدد نہیں — یہ خطے ہے جواب کی اُسی مقصودت کا جس سے  
 آپ آج کل رومان لڑا رہے ہیں“

سعادت حسن منٹو

۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء

# ایک سمجھی کہانی

نلم چال پل رے نوجوان کی ناکامی کا صدمہ ہمارے دل دماغ سے  
تیریب قریب مندل ہو چکا تھا۔ گیان بکر جی، نلمستان لٹیڈ کے لئے ایک  
پروپرٹی اکھانی لکھنے میں مصروف تھے۔

کھانی لکھنے لکھانے اور رے پاس کرانے سے پیشہ نلئی جیونت  
اور اس کے شوہر و زیندگی ویسا نی رجن کو اب نہیں نے علیحدہ کر دیا ہے  
کنٹرول کیٹ، ہو چکا تھا۔ غالباً ایکسپریس بزرگ روپے ایک سال اس کی معیادتی  
سرخ ششودھ بکر جی حسب عادت سوچ بچا رہیں دس ہیئتے گزار بچے تھے  
کھانی کا ٹوٹھا نچا کرتیار ہونے ہی میں نہیں آتا تھا بعد مشکل و جوڑ توں کر کے  
ایک خاکہ معرفت وجد میں آیا۔ جسے گیان بکر جی اپنی جیب میں ڈال دیں

روانہ ہو گئے تاکہ زبانی طور پر اس میں کچھ اور چیزیں ڈال کر حکومت سے پاس کرالیں۔

خاکہ پاس ہو گیا۔ جب شوٹنگ کا مرحلہ آیا تو وزیر دیسانی نے یہ مطالبہ کیا کہ اس کے ساتھ ایک بوس کا نیا معافہ کیا جائے، اس لئے کہ پہلے معافہ سے کی میعاد ختم ہونے والی ہے، مقدمے بازی ہوئی، اس طرح اس پروپینڈا فلم جس کی کہانی کا انجی صرف غیر مکمل خاکہ ہی تیار ہوا تھا پچھیں ہزار روپوں کے بوجھتے آگئی۔

راستے بھاڑک کو بہت عجلت ملتی کہ فلم جلد تیار ہو، کیونکہ وقت بہت متأخر ہو چکا تھا۔ چنانچہ جلدی جلدی میں ولی صاحب کو بلا کر ان کی بیوی متاز شانتی سے کتریکیٹ کر لیا گیا۔

دو دن شوٹنگ ہوئی۔ متاز شانتی اور اشوك کمار کے درمیان مختصر سام کالہ تھا جو بڑی میں بیخ کے بعد فلامایا گیا، مگر جب اُسے پروپہ بے پہ دیکھا گیا، تو سب نے متاز شانتی کو ناپسند کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ متاز شانتی کو فلم سے علیحدہ کر دیا گیا، اس بھانے سے کہ جو کروار اسے کہانی میں ادا کرنا ہے، اس کے لئے مناسب و موزوں نہیں کیونکہ اس میں ایسے کئی مقام آئیں گے جہاں ہر چیز کو اپنے جسم کے بعض

حصہ مولود کی غریبان نمائش کرنا پڑے گی۔ اب کہانی کا نامکمل طبقہ نہ آتا لیں بزرگ و پسند کے نئے پے دا پڑا تھا۔ رائے بہادر جو ن لالی ملالی پلے ہو رہے تھے، چل چل رہے نوجوان کی ناکامی نے کمپنی کی حالت بہت تسلی کر دی تھی مارواڑیوں سے قریبے کے کو گزارہ بعد شکل ہو رہا تھا۔ رائے بہادر کی خنگی اور پریشانی سبجا تھی۔ ایک دن میں دامتباہ پانی، اور انہوں نے مٹھوڑا یوں کہ باہر کر سیوں پہنچیں کہنی کی اپنی محققتوں کا ذکر کر رہے تھے، جن کے باعث پر اتنا قیمتی و ثابت اور انہوں پر یہ صفات ہو کر اشک نے انکشافت کیا کہ یہ موجودہ بزرگ رائے بہادر نے ہمارا شناختی کو دیشے سئے وہ انہوں نے اپنے سے قریب نہ لئے سئے۔ اشک نے یہ انکشافت اپنی کالی پنڈلی کھلاستے ہوئے کچھ اپنے انداز سے کیا کہ ہم سب ہے اختیار ملکر پڑے ہیں فویں ہم چھپ ہو گئے۔

سما منے سمجھی روش پر ایک اپنی عمرست ہماری بھاڑی کی سمجھ کر ہمہر کے ساتھ میک اپ روشن کی ہر قسم جادی تھی۔

ذیل امام پانی نے اپنے کاملہ اور سٹے اور پیدشکل ہونٹ دیکھے۔ اور خوناک طور پر آگے پڑھتے ہوئے سیدھے سیلے و انتوں کی نمائش کی اور وہی کو کہنی کا بخوبی کا درستہ کر اشک سے مغل طبقہ سوچا۔ یہ کوئی سے واچا

نے پانی کے سر پر ایک دھول جماں چلی۔ سارے نوکیوں پوچھتا ہے۔ ”  
 پانی بدل لینے کے لئے اٹھا تو داچا نے اس کی گلائی پکڑائی بیٹھی جا  
 سائے ملت جاؤ۔ حضرتیری تو شکل دیکھتے ہی بھاگ جائے گی۔  
 پانی اپنے اونڈے سیدھے داشت پیتارہ گیا۔ اشوك جوان بھی تک  
 خاموش بیٹھا تھا۔ بولا۔ ” شکل صورت سے تو اچھی خاصی ہے۔  
 میں نے ایک لختے کے لئے غور کیا اور کہا۔ میں۔ نظر وں پر گلاں  
 نہیں گزرتی۔ ”

ashok میرا مطلب نہ سمجھا کہاں سے نہیں گزرتی؟ ”  
 ”میں مسکرا یا میرا مطلب یہ تھا کہ جو ہوتا ہے میاں سے گز کر گئی ہے۔  
 دیکھ کر انکھوں پر بوجھ نہیں پڑتا۔ بڑی صاف سحری ہے، لیکن تو کی فرا  
 چھوٹی ہے۔ ”

”پانی سے پھر اپنے دانتوں کی نمائش کی آرے۔ چلے گی۔  
 کیوں داچا؟ ”

داچا پانی کے سمجھانے اشوك سے مخاطب ہوا۔ ” دا منی ابھر جانتے  
 ہو یہ کون ہے؟ ”

ashok نے جواب دیا۔ زیادہ نہیں جانتا، لگر جی سے یہ سمعت آنا معلوم

ہوا تھا کہ ایک سورت گست کے لئے آرج آنے والی ہے۔  
 کیمرو اور ساونڈ ٹسٹ لیا گیا۔ جسے ہم سب نے پردو سے پر دیکھا تو  
 اپنی اپنی رائے دی، مجھے، اشوك اور واچا کو دہ بالکل پسند نہ آئی۔ اس لئے  
 گزر اس کی جسمانی حرکات چوبی متحین۔ اس کےاعضا کی ہر جنبش میں قفسہ تھا  
 مکالمہ ادا کرتے وقت اس کے ابر و پیشہ در رقا صافوں کی طرح ناچھتے تھے  
 مسکراہٹ بھی غیر و لکھن عتی۔ لیکن پانی اس پر لتو ہو گیا۔ چنانچہ اس نے  
 کئی مرتبہ اپنے بدنما دانتوں کی نمائش کی اور کمر جی سے کھا کر و نذر فل اسکریں  
 قیس " ہے ۔

وقت رام پانی فلم ایڈیٹیر تھا۔ اپنے کام کا ماہر فلمستان چونکہ ایک ایسا ادا رہ  
 تھا جہاں ہر شبی کے آدمی کو اظہار رائے کی آنکھوں میں اس لئے دنارام پانی  
 وقت بے وقت اپنی رائے سے ہم لوگوں کو مستفید کرتا رہتا تھا اور خاص طور  
 پر میرے تمثیر سے دوچار ہوتا تھا۔

ہم لوگوں نے اپنا فیصلہ سنادیا تھا۔ لیکن ایسی بھروسی نے جس کا نام پانو  
 تھا اس سورت کو پر دیگنڈہ فلم کے لئے منتخب کر لیا جتنا پچھر رائے بھاول  
 جنی لاں نے فوراً اس سے ایک فلم کا گنٹر یکٹ معمولی سی تنخواہ پر کر لیا۔  
 اب پار وہ روز استوڈیو آنے لگی۔ بہت سہیں بکھر اور گھلوٹھو

ہو جانے والی طوائف بھتی، میر ظہر اس کا دلن تھا، جہاں وہ شہر کے قریب  
قریب تمام زنگین مزاج رسمیوں کی منظور نظر بھتی بزراروں میں کھلیتی بھتی، پر  
اسے نلموں میں آنسے کا شوق تھا، چنانچہ یہ شوق اسے کھینچ کر نستان میں  
لے آیا۔

جب اس سے کمل کے باقی کرنے کا موقعہ ملا تو معلوم ہوا کہ حضرت جوں  
طیخ آبادی اور مسٹر ساغر نظامی عجی اکثر اس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے  
اس کی زبان بہت صاف بھتی، اور جلد ہی جس سے میں بہت زیادہ  
متاثر ہوا، چھوٹی آشیزوں والے چھنسے چھنسے بلا ذمیں سے اس کی نگلی  
باہیں ہاتھی کے دانتوں کی طرح دکھائی دیتی تھیں، سفید، سندوں متناسب  
اور خوبصورت، جلد میں ایسی چکنی چمک بھتی جزو لو، لگڑی پر زندہ پھرنتے  
سے پیدا ہوتی ہے۔ سچ سندل یا آقی، سنا فی دھوئی، صاف ستری، اُجلی  
سفید یا بلکے رنگ کی ساری میں ملبوس، شام کو جب گھر روانہ ہوتی تو  
دن گذرانے کے گروغبار کا ایک ذرہ تک اس پر نظر نہ آتا۔ ولیسی ہی  
قروانا زہ ہوتی جیسی سچ کو بھتی۔

ذرا اصم پائی اس پر اور زیادہ لٹکو ہو گیا۔ شوٹنگ شروع ہوتی نہیں  
بھتی اس لئے اسے فرا غلت ہی فرا غلت بھتی، چنانچہ اکثر پاروں کے ساتھ

باقی کرنے میں مشغول رہتا۔ معلوم نہیں، وہ اس کے محظوظ آور کرخت لجھے  
اس کے اونڈ سے سیدھے میلے دانتوں اور اس کے ان کٹے میل ہرے  
ناخنوں کو کیسے برداشت کرتی تھی۔ صرف ایک ہی بات سمجھیں آتی  
ہے کہ خالق اگر برداشت کرنا چاہے تو بہت کچھ برداشت کر  
سکتی ہے۔

پڑیں گے نہ کہ کہانی کا ڈھانچہ میرے عوایہ کیا گیا۔ لیکن اس کا بغور  
سطالعہ کروں اور جو ترمیم و تینیخ میری سمجھیں آئے، بیان کروں۔ میں نے  
اس ڈھانچے کے تمام جوڑ دیکھے اور اس نتیجے پر پوچھا کہ ایسا بے بوڑ  
ڈھانچا شامہ ہی کسی سے تیار ہو سکے۔ کوئی سرخانہ پیر لیکن چونکہ میری  
قابلیت اور ذہانت کا امتحان تھا۔ اس لئے میں سننے اپنا ڈھانچا تیار کیا  
بڑے خلوص اور بڑی محنت سے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈائرکٹیشن کے  
فرائض ستائیک دا چاکو سوپنے جانے والے تھے۔ جو میرا عزمیز دوست تھا  
نیا ڈھانچا جب فلستان کی فل بنی اکے سامنے پیش ہوا تو میری  
وہ حالت تھی جو کسی مجرم کی ہو سکتی ہے۔  
ایں کر جی نے اپنا فیصلہ دیا۔ ٹھیک ہے اگر اس میں اصلاح کی  
کافی گنجائش ہے۔

گیاں کر جی سے پڑھیاں یہ تجوہ ہوں گے اپنی مادت کے مطابق منہ  
سکوڑ کر صرف اتنا کہاں موسیط تھیک ہے ۔ یہ وہ حضرت تھے  
جو ایسیں نکر جی کے دائریکٹ کے ہوئے تمام نہیوں کے دائریکٹ رکھتے  
حالانکہ انہوں نے اپنی زندگی میں قریب تھی فلم دائریکٹ نہیں  
کر سکتی تھی۔

اصل میں فلمستان میں کام کرنے کا دصب ہی ٹرانس مخا سہارا نلم آپ  
نے دائریکٹ کیا ہے لیکن پردوشے پر نام میرا دیا جاوار بڑا ہے کہاںی میں  
نہ لکھی ہے لیکن اس کا مصنف آپ کو بنایا گیا ہے بات یہ تھی  
کہ وہاں سب مل جل کر کام کرتے تھے اپنے امیں سے اندازہ کر لیجئے کہ  
ڈتارس پائی جسے معلوم ہی نہیں تھا کہ لکھی کہاںی کیجا ہوئی ہے مجھے مشورے  
دیا کرنا ملتا۔

پاپنیکنڈہ فلم کی کہانی لکھنے میں دشواریاں پھر وہی سمجھ سکتا ہے جس  
نے کبھی ایسی کہانی لکھی ہے سب سے زیادہ مشکل میرے لئے یہ تھی کہ  
نچھے پار و کواس کی مشکل و سورت اس کے قدر اور اس کی فتنہ کمزوریوں  
کے پیش نظر اس کہانی میں داخل کرنا ملتا۔ بہر حال جسی مخراپائیوں کے  
بعد تمام مرحل طے ہو گئے اور کہانی کی نوک پاک نکل آئی اور شوہنگ

شروع ہو گئی۔

ہم نے باہم مل کر مشورہ طے کیا کہ جن مناظر میں پاروکا کام ہے وہ سب سے آخر میں فلامائے جائیں تاکہ پارو فلمی فضنا سے اور زیادہ نافس ہو جائے اور اس کے دل دماغ سے کمیرے کی جھجکات نکل جائے۔ کسی منظر کی بھی شوٹنگ ہو، وہ برابر ہمارے درمیان ہوتی۔ ڈکارام پانی اب اس سے اتنا کھل گیا تھا کہ باہم مذاق بھی ہونے لگے تھے۔ پانی کی یہ چھپڑ چاڑ مجھے بہت عجولندی معلوم ہوتی۔ چنانچہ میں پارو کی عدم موجودگی میں اس کا تمثیر آتا تا کم سخت بڑی ٹوٹھائی سے کہتا: سا لے تو کیوں جلتا ہے؟

جیسا کہ میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں، پارو بہت ہنس کر اور گھلو، ٹھوٹھو ہو جانے والی طائفت محتی۔ اسٹڈیو کے ہر کارکن سے وہ اور پنج یخ نے بے پرواہ بڑی سے تپاک سے ملتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تھوڑے ہی عرصے میں مقبول ہو گئیں۔

پارو اکیلی نہیں تھی؛ اُس کے ساتھ اور ٹھیر عمر کا ایک مرد تھا جو قدو تامست میں اُس سے دو گنا تھا۔ میں نے وہ مین مرتبہ اُس سے پارو کے ساتھ دیکھا۔ وہ اُس کی پتی دیوکم اور تھامو "زیادہ نظر آتا تھا۔

پار دیں عام طور پر ایسا بھر کنیا یا چھوڑا پن نہیں تھا۔ وہ مہذب مغلوں  
میں بیٹھ کر بڑی شاشٹگی سے گفتگو کر سکتی تھی، اس کی وجہ سی ہو سکتی ہے۔ کر  
میر ٹھیک میں اس کا تعلق اونچی سوسائٹی کے اس طبقے سے تھا جو سبھی بھی ناشاٹگی  
کی طرف عصمن تفریح کی غرض سے مائل ہو جاتا ہے۔

پار واب اسٹڈیو کی فضایں رنج گئی تھی۔ نلمی دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے  
کہ جب کوئی عورت یا لڑکی نئی نئی اکیٹرس فتی ہے، تو اس کو کوئی رُکوئی فرو  
دبو پڑ لیتا ہے لیکن پار وکے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ شاید اس لئے کہ فلستان دوسرے  
لگار خالوں کے مقابلے میں بہت حد تک پاک باز تھا۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی  
ہے کہ پار وکوئی اتنی عجلت نہیں تھی۔

شوٹنگ شروع ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیمروں، مانک اور  
نجیوں کن روشنیوں سے قطعاً مرسوب یا غالٹ نہیں۔ مگر جب نیک کا وقت  
آیا تو اس کا سالا وجود چوبی ہو گیا۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ اس کا چوبی پن  
دوڑ ہو جائے۔ مگر ناکام رہے۔

اشوک کمار طبعاً جنپو قسم کا آدمی ہے، وہ کسی عورت سے کھلمن کھلا آنہا  
عشر نہیں کر سکتا راب سنابے کہ کرنے الگا ہے، اس کو پار و پسند نہیں تھی  
لیکن اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ اس سے جماں تعلق پیدا کرتا۔

عجیب بات ہے کہ اشٹوک ایسا ذرپوک اور جنپواندر و فلور پر سادت  
سیندھ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ چونکہ اپنے جذبات مبارکہ کا  
عادی ہے، اس لئے رد عمل کی صورت میں اس میں یہ سادت پیدا ہو  
گئی تھی۔

سم دنوں کے طبقے اسٹڈیو سے کار میں جایا کرتے تھے تو موڑ اس سڑک پر  
سے بھی گزرتا، جس سے ملختہ گلی میں پارو کا فلیٹ تھا۔  
ایک شام کو جب سم دنگ سے گزرتے تھے تو اشٹوک نے ڈرک  
کر مجھ سے کہا۔ آج ہولی کی خوشی میں پارو نے مجھے دعوت دی۔  
بولو، جاؤں، یا نہ جاؤں۔

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے کہا جاؤ۔ ضرور جاؤ۔  
کئی دن لگر گئے۔ شوہنگ با قاعدہ ہو رہی تھی۔ ایک شام جب  
میں اور اشٹوک والیس مگر جا رہے تھے تو شیواجی پارک کے پاس جہاں پارو  
کا فلیٹ تھا۔ اشٹوک نے موڑ کی رفتار کم کی اور مجھ سے مخاطب ہوا، مٹھا  
تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں،

” بتاؤ ”

اشٹوک نہ سنا گکا میں پارو کے ہاں گیں۔ کھانا کھائتے سے فائد غیریتے

تودہ میرے ہاتھ دھلیا نے کے لئے احمدی  
میں نے اس سے کہا " یہ دلچسپ بات کیا ہوئی ۔  
اس نے موڑ رکل اور اُس نیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

جس میں غالباً پارک موجود تھی  
جب عسل خانے میں اس نے مجھے تو لید دیا تو اس سے کہا، اکل آپ  
اکیلے آئیے ۔ شام کو ساڑھے چھبیسے ۔ میں گھبر کیا اور تو لید پس  
چینک کر چلا آیا ۔"

میں نے اُس سے پوچھا کیا نام اُس بروز ساڑھے چھبیسے اس کے  
ہاں گئے ۔

" ہاں اشک نے اٹیروںگ وصلی سے ہاتھ ہٹائے " لیکن وہاں سے  
بھاگ آیا ۔"

میں تفصیل جانتا چاہتا تھا لیکن وہ اس سے گزین کر رہا تھا ۔ میں  
بڑا ڈرپوک ہوں ۔ جانتے مجھے ایسے موقوعون پر کیا ہو جاتا ہے ۔ اُس  
نے مجھے صوفی پر بھایا ۔ آپ تالینیں پر میرے ساتھ نگ کر بیٹھ گئیں ۔  
دوپیگ بھجے پلاسٹے ۔ خود بھی مختوڑی می پی اور پھر ۔ اور سچروہ نگی  
اپنی محبت چھکاتے ۔ میں شترہا اور کانپتا رہا ۔ جب اس نے میرا ہاتھ

دیا یا تو میں اُسے بڑے زور سے جبکہ دیا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے  
لیکن فوراً کہیں غائب ہو گئے۔ وہ مسکرانے لگی۔

— جیسا اشوك! میں تو آپ کا امتحان لے رہی تھی۔ میں نے

کچھ نہ کہا اور نیچے انٹر گیا۔

— کار میں بٹھا۔ گھر پہنچ گریں نے آدھا پیگ پی کر سوچا۔ تو  
بڑا افسوس ہوا۔

— کیا ہر جگہ اگر میں۔

اشوك کے لہجے میں تأشف تھا۔

### سعادت حسن منٹو

۲ ستمبر ۱۹۵۶ء

# ایک خبر

“آپ نے آج کے اخبار پر سے“  
”تو نہیں تو“

”پہلے تو آپ باتا مگلی سے ہر اخبار پر حاکر تھے ملتے۔ اب وہ پڑھک  
ملتے رہتے ہیں“

”برداصل مجھے اب دنیا کے کام و بلاد سے کوئی پلچری نہیں رہی“  
”دیکھو؟“۔ آپ ابھی اتنے بڑے سے تو نہیں ہوئے کہ دنیا سے آپ کو  
کوئی پلچر نہ رہے۔“

”بات یہ ہے کہ میں آکتا گیا ہوں۔ اخبار اٹھاؤ۔ اس میں سب سے پہلے  
یہ سرفی نظر آئے گی کہ فلاں قسم کا بہم فلاں ملک تیار کر رہا ہے جو ایم جم کے مقابلے میں“

ایک ہزار گناہ لالا کت آفرین ہو گا۔ آفرین ہے ان بیرونیاں نے والوں پر۔ میری بھی میں نہیں آتا کہ  
خدا ان سامنے لاوں کو ہلاک کیوں نہیں کرتا ۔ ”

سآپ ان کی ہلاکت کی دعائیں کیوں مانگتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ دعا کیجئے کہ  
میرا قسم پاک ہو ۔ ”

” تمہارا قصد توبہ یہ پاک رہا ہے۔ ایک میرا جنی قصہ ہبھیت ہے، تا پاک چلا آ رہا  
ہے۔ میں نے بے شمار دعائیں مانگی ہیں کہ کہ کسی نہ کسی طرح ختم ہو، مگر ہبھیت ہے ہیں  
نہیں آتا۔ ”

” دا پنچ آپ، ختم ہو جائے گا۔ یہی مخور سے دن اور انشتا کیجئے ۔ ”

” خدا آپ کی زبان مبارک کرے ۔ ”

” میں یہیں پوچھتی ہوں، آپ اپنی زندگی کے پچھے کیوں اس طرح ہاتھ دھوکر  
پڑھتے ہیں؟ ”

” میں نے مجھ سے اب تک ہاتھ دھوکے نہ منہ ۔ ”

” ایک ہی مذائق کرنا آتا ہے۔ سماں میں اور آپ بیں کیا فرق باقی رہے گی ہے؟ ”

” وہ کہو یہم یہیں اس قسم کے نیز نشانہ ہلاکت مخفی کے نئے تیار تھیں۔ ختم دامیات  
اندر میں اپنے اشک لگاتی ہو، لیکن میں نے کہی تم سے کوئی ایسا جلد نہیں کہا کہ بدھی ۔ ”

” غور ٹھیک اسی لکھم ۔ ”

«گہرے سو بیا جو کن انتہا۔ نبڑا رجھاپ نے پھر کبھی ایسی زبان و مذہبی کی۔»

واب دیکھو۔ دھکتے رُگ پر ایک لختلے کے لئے ہاتھ رکھ دیا تو تم تراپ انجیں بیٹھے

تم کا یاں میرتی ہے اور یہیں بزرگ و اشت کرتے ہیں جیسے کبھی کوئی انصاف ہے۔»

«انصاف کے خدابن کہے آتے ہیں۔ آپ وہاں سے۔»

«کہاں سے؟»

«جسے کی معلوم، کہاں سے آئے ہیں ہیں تو صرف، اتنا ہی ہتا تی ہوں گے اس روڈ

بیری قدمت پھیٹ گئی کہتی، جب میر سے ماں باپ سے مجھے آپ کے پہنچانے دیا۔

خدا انہیں جنت فیض کر کے بگوان کی ہڈیاں لیتھیاں قریں بے پیش ہوں گے۔ بیری کہتی

کیا ان تک نہیں سمجھتی ہوں گی؟»

«لیقیناً سمجھتی ہوں گی۔ اور اللہ جسے میر سے والدین بھی ہیں وہ بھی لیقیناً پہنچا پا پا۔

تریں تڑ پڑتے ہوئے کہم نے اپنے لیتھ جگر کے ساتھ کہتا ہوا نائم کیا۔»

«نائم کیا ہے۔ سکیسا نائم، سکیسا بھیر آپ کے خواہ کے دی۔»

«متعاف کرنا۔ یہ بھیر تو خدا کے ساتھ نہیں۔ جس کے تھنوں سے کائنات فشاں

پہنچا سا لادا ہر وقت لکھتا رہتا ہے۔»

مدرسہ بنے ہیجھے، اپنی یہ بگداں،»

«تم دن بڑو، ذریعہ و عین بھی اپنے پیارے بھائی، یا درکھوا لکھئے مجھے غصہ لگی۔»

«لیکھے دیتے ہوں۔ میرا کو اپنے پیارے بھائی کا دل دیا جائے۔»

دوں بگاڑیں گئے آپ سیرا؟ ”

دین تھا رکھ بگاڑنا نہیں چاہتا۔ تمیں بگاڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہم  
پسے ہی سے گزٹی ہوئی ہوں۔

” کیا میں کوئی خرابی غدت ہوں، فاحشہ ہوں ”

” لا جل طلا۔ یہ تم سے میں نے کب کہا۔ اصل میں تمہارا دماغِ صحیح حالت میں نہیں،  
میرا دماغِ صحیح حالت میں نہیں، کہ آپ کا، جو ایسی اول بلوں باقی کر رہے ہیں ”  
” اپنا بھائی میرا دماغ ہی مادوں ہے، مجھے بخت دو۔ مجھے سونے دو۔ ”

” آپ کو معلوم ہے اس وقت کتنے بچ رہے ہیں؟ ”

” مجھے دو جو بچا ہے، انہیں کون سے دفتر میں حاضری دینا ہے۔ ”  
” یہی تو ساری مصیبت کی جڑ ہے۔ اگر آپ کو کسی دفتر میں ہر روز حاضری دینا پڑتی تو  
آن یہ نوبت نہ آتی کہ دھانی بچنے والے ہیں اور آپ ابھی تک بستر پا نہ رہتے ”

” فرمادے ہے میں ”

” دھانی بچنے والے ہیں ”

” مدھی ہاں ”

” تو اس کا یہ مطلوب ہے کہ میں نے ابھی تک ناشستہ نہیں کیا ”  
” ناشستہ آپ کیا کرتے۔ وہ بہر کا کھانا بھی پا اپنا نہیں لے رہا ہو گی ”  
” لیکن لمبی تلنے

سوبتے رہے ۔

«کون کم بخت سویا میں توہر دلیلا تھا تاکہ تمکن درد بڑھانے نے ॥

» آپ نے کوئی سب سے بڑی بوجائے تھے کہ آپ اس قدر تباہ حال ہو گئے کسی وغیری

آپ نہ ازدحام میں نہ کسی صرکاری محلے کے انتشار، پڑھنے لکھیاں مارتے رہتے ہیں ॥

«کھیال مارنا بڑا کھن کام ہے۔ تم بجھے ایک کھنی مار کے دکھا دلوان جاؤں ॥

«اب گئے میرا استھان یعنی۔ کھنی مارنا کیا مشکل ہے ۔ ॥

ریماں اس کمرے میں آپ کی طفیل کافی نکھیاں سورج دیں جزوں نے مجھ پر آرام

اور میں حرام رکھا ہے۔ آپ ایسا کیجیے، ان ہزاروں میں سے ایک کھنی بجھے مار کے دکھلیجیاں ہیں

آپ کا غلام بن جاؤں گا ॥

«ایک گیا۔ میں ساری کی ختم کئے دیتی ہوں۔ یوں چکیوں میں ॥

ہا چھا۔ دیکھتے ہیں ۔ ॥

» آپ کے دیکھتے دیکھتے تو یہ سب کی سب ختم ہو چکی ہوں گی ॥

«خدا تمہاری زبان مبارک کرے ॥

» میں اس پکھنے سے ان سب کو موت کے گھاٹ آتا رہوں گی ॥

» پہلی اس کھنی سے کرو جو بار بار میری ناک پہنچتی ہے۔ معلوم نہیں اس کو میری

ناک سے اتنی گہری دلپیکھیوں پیدا ہو گئی ہے ۔ ॥

”پہلے بسم اللہ اسی سے ہجوقی سے، ہستا تیری ہی؟“

”میرنی ناک، و کینٹ، اپنی جگہ پر بے کو اُنگھی۔“ ۹

”آپ کی ناک کہاں اڑ سے گی۔ اتنی بڑی ناک کہاں نہیں ہے۔ یہ سجن کہیں اڑ سکتی ہے۔ آپ اڑ جائیں تو اڑ جائیں، مگر یہ اپنی جگہ ہدایتِ دامت رہی ہے۔“

”وکھنی کا کہا ہوا؟“

”مرگی ہو گی“

”ذراؤں کی لاش کی تلاش کیجئے۔ تاکہ نجیے الیمان جو۔“ پھر بچے سے اب تک مجھے ناگ کر رہی تھی۔ خدا کی قدم ہی راجح ہاتھ انکے اپنی ناک، سکارف، طالوں۔ ذرہ سے باش نہ بچے بالسر کی۔ پر اپنی ناک کون کاٹ سکتا ہے۔ اس کو قربیت دوسرے بھی کافی چلے آئے ہیں۔ سو یہیں نے یہ سوچا کہ دوسروں کو چھوڑ کر اپنے دہمی، پاہمی۔ یہی میری غلطی تھی جس کا تینجہ یہ ہوا کہ میں ڈھانی بیٹے تک لیٹا رہا۔ تمہارے لاش تاکہ نہیں، ناکہ میری دفع کو تکین پہنچے“

”دوہا اُنگھی تھی“

”دلو تو اُنگھی، پھر میری ناک پر“

”اب کے نو میں چھوڑ دوں گی نہیں“

”ویکھو، میرنی ناک کو اگکر دینا، تمہیں کچوڑ سے بڑے اپنے لگتے ہیں۔“

”یہ وقت مذاق کرنے کا نہیں۔ میں نے آپ کا چیلنج قبول کیا ہے۔ اب اگر آپ کی ناک جائے یا مکھی مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔“

”دیکھو احتیاط سے“

”جنگ میں ہر حیر جائز ہے۔“

”خدا کے لئے تم سوچ بجھ کر قدم اٹھایا کرو۔ اپکی کمتوں مارنے کے لئے شبل نہیں کے بیٹ کی گیا خودرت ہے؟“

”دھیریار ہے۔ پنچانا کام ثابت ہوا تو میں نے اسے لکھا۔ آپ سما دش ریں یا۔“

”میری ناک گئی سادا، میرے خدا۔ لکھی زبردست پھوٹ لگی ہے۔ بلبا اٹھا ہوں۔“

”کمتوں بھی تو مر جائی ہے۔“

”خدا کسے سرچکی ہو۔ لو دہ پھر گئی۔“

”در بڑی دھیث ہے۔“

”عورتیں اور مکھیاں ہوتی ہی ڈھیث ہیں۔“

”مورتیں اگر مکھیاں ہوتیں تو آپ کی طبیعت صاف کروتی۔ ابھی یاد گئی بند کیجئے۔ اور دیکھئے کہ میں کس طرح اس چیلنج کی کوہلاک کر رہی ہوں۔“

”اس کوہلاک کرتے کرتے تم مجھے پلاک کر دو گی۔ میں مکھی کوہنا نہیں ہوں، تم ذرا۔“

”مھوڑی دیر کے لئے میری باک سہلا دو کہ میں نہیا رہتے تھے کہ لئے تیار میر جاؤں۔“

”مکھی تو آپ نے اُڑ دی“

”ند ابھی آجائے گی۔ اس کو میری ناک سے پیارہ ہو گیا ہے۔“  
”درناک آئے کب اب“

”تو فی المہل تم اُسی دوسری مکھی کو مار نے کی کوشش کرو۔ ہزار دل ہیں۔“  
”نہیں، بِسْمِ اللَّهِ بُجَّے اسی مکھی سے کرتا ہے۔“  
”کرو۔ خدا تھیں کامیابی فتحی بیدار کرے۔“  
”امیتک آئی نہیں۔“

”آجائے گی۔ کچھ فکر نہ کرو۔ وہ مکھی بھی بالکل تماری طرح ہے۔ میرا بھی کہی  
نہیں چھوٹے گی۔“

”رجہن میں جاتے وہ مکھی اور وہیں جاتے، آپ کی ناک۔ مجھے آپ نے کی کچھ  
رکھا ہے۔ یاد رکھے ذلیل کئے چار ہے ہیں۔ ان کھیتوں پر میں بیسمی ہوں ہزار لفڑیں۔ آپ  
سے جو میں نے پوچھا تھا اس کا جواب دیجئے۔“  
”آپ نے کی پوچھا تھا۔“

”رلو اب آپ کا حافظہ بھی اتنا کمزور ہو گیا کہ دو منٹ پہلے کی بات بھول گئے۔  
لیکن اپنے چھاتا تھا نے۔“  
”دیں سئے پوچھا دو۔ پھاپ کو نہیں تھا۔ صرف اتنا کھاتا کہ آئے کے اخبار کیا۔ آپ نے

پڑھے۔“

”مگر یا یہ پُر پختا نہ ہوا“

”میں نہیں جانتی۔ آپ تو بربات کی میں مجھ نکالنے کے عادی ہیں۔“

”میں نے عرض کر دیا تھا کہ میں نے اخبار نہیں دیکھے، اس نے کہ اب مجھے دین کے کسی کام و دار سے فوٹھی نہیں رہتی۔“

”دنیا جاتے، بھاڑیں۔ میں ایک خاص خبر کے تعلق آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”لیکا ہے وہ خاص خبر“

”آپ نے پڑھی ہی نہیں، تو میں کیا بتاؤں؟“

”تم نے تو پڑھی ہے۔ مجھے سنادو۔ آخرالیسی اس میں کون سی بات ہے جس

نے تمہیں اتنا محفوظ بنا دیا ہے۔“

”مذکوٰتی بات تو ہو گئی ایسی“

”روہ بات گیا ہے؟“

”خبر تھی۔ تیرنگی کر پڑیا لمدیا سٹ میں ایک عمدت نے بیک وقت پھر بچا۔

چار بچپنے ہیں۔“

”تو گیا ہوا۔ مورتیں اس سے پہلے بیک وقت پھر بچے پیدا کر چکے

ہیں جو نہ نہ ہیں۔“

وہ بہت سادہ۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ ”

”دراز، دینا میں ہر چیز ممکن ہے۔ لیکن تم اس قدر پریشان کیوں ہو۔ ”

”البته، نہ ہے۔ میں بہت خوف زد ہوں۔“ مجھے ایسا محسوس ہوتا

ہے کہ... ”

”لیکن تم سب سے بیکار ہے؟ ”

”کہاں کے مجھے بھی کہیں اتنے ہی بچے پیدا اور کرنے پڑیں۔ ”

## منہضہ خوساٹی

” آج گھر میں پانی کی ایک بوندھجی نہیں ۔“

” تو میں کیا کروں ؟ ۔“

” آپ نے کبھی کچھ کیا ہے ۔ ماخدا پر ہاتھ دھرے سیٹھے رہیں گے ، گھر بازار کا آپ کو کچھ فکر ہی نہیں ۔ پچیسوں کے منہ ہاتھ دھونے یعنی ۔ اتنے پڑے میلے پڑے یعنی ۔ انھیں وحوما ہے ۔ باور پی خانے میں سیٹھے پکڑوں کا انبار لگا ہے ۔ لذکر انھیں کیسے صاف کرے گا ۔ اس کو تو ایک بہانہ مل جائے گا ۔ کہے گا بنی جی ، میں انھیں کیسے دھوؤں ۔ ؟ ۔“

” پانی تو ہے نہیں ۔ آپ پانی کا بندوبست کیوں نہیں کرتے کیک ٹنک یونہی چلے گا یہ سلسلہ ۔ ؟ ۔“

” سمجھئی ، پانی کا بندوبست میں کیسے کروں ؟ ۔“

” دلوں غسل خانے بدبو سے بھرے ہوئے ہیں ۔“

نہیں ستم نہ ہوتا تو انگ بات سختی - آپ تو ہر دلت لب اخبار پڑھتے  
رہتے ہیں - ان سے آپ کو آخر کیا حاصل ہوتا ہے - میں تو ایک سفر  
پڑھ کر ہی تنگ آجائی ہوں - فضول بجواں لکھی ہوتی ہے ۔

” اخباروں کے متعلق تم کچھ نہ کہو ۔ میرب دلیل کی بات کرو جس کی  
مورخراپ ہو گئی ہے ۔“

” اُس کی بات تو میں کر رہی تھی ۔ لیکن آپ نے خواہ خواہ مجھے  
نگوڑ سے اخباروں میں الجھا دیا ۔“

” ہر بات میں الجھانے والا میں ہی ہوتا ہوں ، حالاں کہ خدا و احمد  
شاد ہے ، میں نے اخبار کی بات ہی نہیں کی تھی ۔“

” بات نہیں کی تھی ۔ لیکن آپ اخبار پڑھ لوار ہے تھے ۔“

” ابھی تک آپ کے ہاتھوں میں ایک اخبار موجود ہے ۔“

” اس سے کیا ہوا ؟ مجھے دنیا کے حالات سے باخبر رہنا  
چاہیتے ۔“

” لیکن گھر سے نہیں ۔ پافی جند ہے ۔ کربلا آئی ہے اور آپ  
غافل ہیں ۔ دنیا کے حالات سے باخبر ہو رہے ہیں ۔“

” بھجنی ، میرا میرب دلیل پر کیا اختیار ہے ۔ آدمی اچانک

بیمار ہو جاتا ہے، کیا موڑ کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ مُھیم  
ہو جائے گی — کجھ اتنی کیوں برو؟ ”

” آپ کو گھر سے کوئی دلچسپی ہو تو میں آپ سے کچھ کہوں  
صحیح میں نے ساگ لیا ہے، اب میں اسے اپنے آنسوؤں سے  
دھر دوں! ”

” اگر ہو سکتا ہے تو دھولو — ”

” خدا کی قسم آپ جیسا پتھر دل انسان میں نے کبھی نہیں  
دیکھا۔ چھوڑ دیئے اس اخبار کو ॥  
” دیکھو پھٹ جاتے گا! ”

” پھٹ جائے میری جوتنی سے ॥ ”

” پھر و پھر و! میں ایک بڑی دلچسپ نبڑ پڑھ رہا ہوں ॥ ”  
” کیسی تحریر؟ ”

” لو سنو، ایک عورت کو تین سال قید — راجہ محمدی علی  
خان میسٹریٹ درجہ اقل نے مسمات نور جہاں، اُس کے خارجہ  
اور ایک اور ملزم کو تین یعنی سال قید پامشقت اور سوسور دپے  
چڑھانے کی سزادی ہے — عدم ادائیگی جرماء کی صورت میں چھ

چند ماہ کی اور سزا دسی جائے گی ۔ واقعات یوں بیان کیے جاتے  
ہیں کہ مسحات نور جہاں کے ایک شخص سے ناجائز تعلقات تھے،  
جس سے ملزم رہنے اپنے شوہر اور دوسرے ملزم کے کہنے پر حلسوے  
میں زہر بٹا کر کھلا دیا ۔“

”میرے کہن سے ناجائز تعلقات ہیں؟“

”لذت ۔ میں نے کب کہا ۔ صرف خبر پڑھ کر سنائی ہے  
تم تو خدا کی قسم حد کرتی ہو ۔“

”میں کیا حد کرتی ہوں ۔ حد تو آپ کرتے ہیں ۔ کوئی  
شریف خاوند اپنی بیوی پر ایسا کہیشہ حمل نہیں کر سکتا ۔“

”بھئی، میں نے کوئی سماحلہ تم پر کیا ہے؟“

”بیرون ام بھی وہی ہے جو اس کم ذات کا ہے ۔“

”نمکاری ذات لتو بہت اوس پنجی ہے ۔ اینگ وا میں ہو ۔“

”یہ بہرا سر طنز ہے ۔“

”تم نے روناکیوں شردی کر دیا ۔؟“

”تو اور کیا ہنسوں؟ قہقہے لگاؤں ۔ اصل میں آپ

مجھ سے بد دل ہو گئے ہیں ۔ میں میکے چلی جاؤں گی ۔“

”شوق سے جاؤ، مگر بچپوں کا کیا ہو گا؟“

”جہنم میں جائیں بچیاں — کسی تیم خانے میں داخل کرو  
دیجیئے گا۔“

”تیم تو میں ہوں — میرا باپ زندہ ہے نہاں — میں خود  
ہی تیم خانے میں داخل کیوں نہ ہو جاؤں۔“

”ہو جائیئے، ساکھڑا بُنی اولاد کو بھی لیتے جائیئے گا۔ میں

آج جاربی ہوں۔“

”کہاں؟“

”کہ تو چلی ہزیں، اپنے میکے۔“

”لیکن ہنا وہ عورت جاؤ۔“

”ہنا وہی کیسے؟ پانی کی ایک بوند بھی گھر بیں نہیں۔“

”تم ایسا کیوں نہیں کرتیں — لوز کو سے کہو، کسی ماشکی کو بلا

لائے — دو تین مشکیں ڈال دے گا۔ آج کا دن آرام سے  
گزر جائے گا۔“

”میں نے بلا یا اتحا ایک ماشکی کو — دو چار آنے ایک مشک

کے مانگتا تھا۔ میں نے اسے رخصت کر دیا — میں اتنی تجویزی سی

مشکل کے پیدا اتنے پیسے نہیں د سے سکتی — صریحانچو رہا بازاری  
ہے ॥

”بیگم اس میں چور بازاری کیا ہے — تھیں معلوم ہے انہیں  
پانی کہاں سے لانا پڑتا ہے — آس پاس کوئی کنواں نہیں، بیٹھلی کا  
کوئی نل نہیں — وہ عزیب دُر سے چوری چھپے پانی بھرتے ہیں۔  
اگر پکڑ دیں جائیں تو ان پر ڈنڈ پڑ جائے ॥  
آپ تو کیونسٹ ہیں ؟ ”

”لا جوں والا — میں لعنت بھیتا ہوں، ان پر ॥  
”لعنت بھیجتے ہیں ان پر — ! میں آپ کی سرشت کو  
اچھی طرح جانتی ہوں — صرف گفتاری کے ڈر سے آپ اپنے  
کمیونسٹ ہونے کا اعلان نہیں کرتے، ورنہ آپ تو پہلے کیونسٹ  
ہیں ॥

”یہ بھی عجیب رہی — میں ان معنوں میں قطعاً کمیونسٹ  
نہیں ہوں، یو کیونسٹ اپنے رسالوں میں بیان کرتے ہیں بے ॥  
”خیر چھوڑیں اس بحث کو، مجھے ہنا نا ہے ॥  
”تو ہنا یہیں — آپ کو کس نے روکا ہے ؟ ”

”پانی کہاں ہے۔ میں اسی کارونا تو رورہی تھی۔“

”یہ کوئی نئی بات نہیں۔“

”میں جیسے ہر وقت روتنی ہی رہتی ہوں۔“

”نہیں، نہیں۔ تم کبھی کبھی مسکراتی بھی ہو، ہستی بھی نہو۔“

”پنا تو خیر مجھے ابھی تک نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے صیری

زندگی اجیر کر لکھی ہے۔“

”کوئی وجہ بھی تو بتاؤ۔“

”پانی کے متلئ آپ نے کچھ بھی نہیں کہا۔“

”میں نے سیکرٹری سے پوچھا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا

کہ ٹیوب دیل کی موڑ کا پکپ کام نہیں کرتا۔ شام تک ٹھیک ہو

جائے گا۔ مستری کام پر لگے ہوئے ہیں۔“

”مستری کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اُرہ کچھ جانتے ہی نہیں

پچھلے ہیئتے دس روز تک، جاک مادستے رہے، مگر ہمیں پانی نہ ملا۔

اصل میں آپ بہت ناٹلی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں تک میں

سمجھتی ہوں، آپ سیکرٹری سے طے ہوئے ہیں، جبھی تو آپ اُس

کی اتنی طرف داری کرتے ہیں ۔ ”

” میں اُس کی طرف داری کیا کرتا ہوں ؟ ”

” ہر وقت آپ کے پاس بیٹھا رہتا ہے ۔ آپ اُس کی خاطر داری کرتے ہیں ۔ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں اُس کے لیے ناشتے تیار کراؤں ۔ اُس کو لہین اسکا بچ پلااؤں ۔ لگھنٹوں آپ کے ساتھ باہیں کرتا رہتا ہے ۔ معلوم نہیں کیا ؟ ”

” جیسے محقیق معلوم نہیں کیا ۔ ایسی کوئی عزت مجھے بتا دو جس کو دوسروں کی باتیں چھپ کر سننے کی عادت نہ ہو ۔ ”

” میں سب کچھ سنتی رہی ہوں ۔ اور میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُس کی اور آپ کی گاڑھی چھتی ہے ۔ وہ پر لے درجے کا پدماغ  
ہے ۔ ”

” اور میں ۔ ؟ ”

” آپ اُس سے کسی تدرکم ہوں گے ۔ ”

” یہ آج تم نے میرے متعلق نیا فیصلہ سنایا ۔ ”

” دیکھئے ! زیادہ باتیں کرنا فضول ہے ۔ آپ پانی کا بندوبست کیجیے ۔ میں چار دن سے بغیر غسل کے ہوں ۔ ”

”پانی آج بند ہوا ہے، آپ چار دن سے بغیر غسل کیوں ہیں؟“

”بس ہوں۔ مجھے فرصت ہی نہیں ملی۔“

”آج مجھ سے لڑنے کی فرصت مل گئی ہے۔“

”خل میری طبیعت اتنی خراب تھی۔ قسم پرستے ہو رہی تھی۔

آپ نے مطلقاً میری طرف دھیان نہ دیا۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ بد پڑھی کی شکایت ہے۔ ٹھیک ہو جاؤں گی۔“

”تم ٹھیک تو ہو گئی تھیں۔“

”خاک ٹھیک ہو گئی تھی۔ پورے سات دن بستر پر پڑی رہی۔

ایسا لگتا تھا کہ لب اب ووت آنے والی ہے۔

”مگر وہ آئی نہیں۔“

”آپ تو چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں۔ لیکن خدا نے مجھے بچا لیا۔“

”میں کیوں چاہتا تھا کہ تم مر جاؤ۔“

”کفیلوں میں زہر آپ ہی نے تو ملایا تھا۔“

”عکس اراد ماغ خراب ہو گیا ہے۔“

”آپ نے کیوں نہ کھائی؟“

”اس لیکے کہ مجھے پسنہ نہیں۔ تم اپنی طرح جانتی ہو کہ مجھے ددھ۔“

کی صورت میں بھی پسند نہیں۔ میں نے شاید اپنی زندگی میں صرف اپنی ماں کا دودھ پیا ہو گا۔ اس کے بعد میں نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

” میں نہیں مانتی۔ اُس روز آپ نے یقیناً قلفیوں میں زہر ملا دیا تھا تو کہ میرا خاتمہ ہو جاتے ۔۔۔“

” مختاراً دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تجھے اخبار پڑھنے دو۔۔۔ یہ لو، ایک خبر ہے۔ خراب قلفیوں کی وجہ سے کئی آدمی ہلاک ہو گئے۔ لا ہور۔ ۳۰ اگست۔ اطلاع ملی ہے کہ ایک قلفی والا تعلیماں بیچتا تھا۔ کئی آدمیوں نے اُس سے خریدیں۔ ان کا بکون میں سے تین آدمی زہر میلی قلفیوں کے باعث ہلاک ہو گئے۔ پرسٹ مارٹ کیلئے ان کو ہسپتال بیٹھ دیا گیا ہے۔ زہر کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اُس نے قلفیوں کے ساتھ اچھی طرح صاف نہیں کیکے سختے ۔۔۔“

” میرا خیال ہے آج گھر ہی میں آئیں کریم بنائیں ۔۔۔“

۶۴

بِسْعَادَتِ حَسَنِ مُنْتَوٰ  
۱۹۵۳ء۔

## عمرس نشرافت

چلیے عمرس دیکھنے چلیں

عمرس بیس کیا رکھا ہے۔ محض بکواس ہو گی۔

آپ کے نزدیک تو ہر اچھی اور معقول پہنچ بکواس ہوتی ہے۔

و ان صاحب کا دربار بھی انفوڈ باللہ آپ بکواس سمجھتے ہیں۔

”دربار و ربانہ میں نہیں جانتا۔ ان کا مزار کہو۔ اس میں کیا

بڑائی ہو گئی ہے۔ لیکن۔۔۔

”لیکن کیا؟“

”یہ کہ وہاں دن رات بد سے بد تربین افعال ہوتے ہیں۔“

”مثال کے طور پر؟“

”جو اونکھیلا جاتا ہے۔ شراب وہاں پی جانی ہے۔ گاسنجا،

چرس، مددک اور انیوں عام طبق ہے۔ صراحت کاربی کا سملہ بھی سچ و

شام جاری رہتا ہے۔“

”یہ آپ کو کس نے بتایا۔۔۔؟“

”تمہارا خبر پڑھتی ہو۔۔۔ تمیں ان بالتوں کا علم ہونا چاہیے“

”خبرداروں کی اور آپ کی باتیں ہمیشہ جھوٹی ہوتی ہیں۔۔۔ آپ یہ کیجئے کہ عُرس دکھانے لے چلے گا یا نہیں؟“

”بھی نہیں۔۔۔ میں ایسی وابستہ جگہ جانا نہیں چاہتا، جہاں گئنڈوں کی محلہ بھی ہو۔۔۔ بھائی ناج رہے ہوں۔۔۔ یہ جس سے کوئی ہے شکا ملکا کر پل رہے ہوں۔۔۔“

”توبہ۔۔۔ مجھے نہیں لے جانا چاہتے تو صاف صاف کہہ دیجئے۔۔۔ آپ تو تقدیماً جائیں گے۔۔۔“

”شانیدھرا جاؤں۔۔۔“

”آپ کیوں جائیں، جبکہ آپ کی نظروں میں عُرس نہایت فضول اور وابستہ ہے۔۔۔“

”جاڑوں کا تو تصرف اس لئے کہ شاید میرتی معلومات میں اضافہ ہو جائے۔۔۔“

”آپ کی معلومات میں کیا اضافہ ہو گا۔۔۔ آپ تو ماشا اللہ دنیا کے تمام اسرار و روزے سے والقعت ہیں۔۔۔“

”تم طنز سے باز آ جاؤ۔۔۔ میں ابھی طفل مکتب ہوں۔۔۔ میں تمہیں ابھی

تک مکمل طور پر نہیں سمجھ سکا:

”مجھے سمجھنے کی آپ نے کبھی کو شکش ہی نہیں کی۔ ان پندرہ برسوں میں آپ نے جب مجھے نہیں سمجھا، تو کب سمجھیں گے۔ جب میرا جنازہ نکل دہ جو گا، اسی گھر سے؟“

”جنازہ و ترپسے میرا نکلا گا۔!“

”جنازہ دن کی بات چھوڑ دیتے۔ مجھے یہ بتائیتے کہ جس سوپر لے چلے گایا نہیں۔“

”میں اپنے فیصلے سے تمہیں سلاکا کر چکا ہوں۔“

”آپ کوئی ہاتھی کورٹ تو نہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کل عُرس پر گئے ہتے۔“

”تمہیں کس ذریعے سے یہ معلوم ہوا۔“

”کسی بھی ذریعے سے۔ لیکن آپ انکار کیجئے۔ کیا آپ کل شامِ دہانِ نہیں گئے رکھتے؟“

”گیا تھا۔“

”تو مجھے ساتھ سے جانے میں آپ کو کیا عذر پسے؟“

”کہہ تو جو گا ہوں وہاں کی فضاعتِ ادبیوں کے لائی نہیں۔ مجھے تو

خدا کی قسم بڑھی کو فت ہوئی، اس لئے کہ چاروں طرف گنڈے تھے، یا طائفیں  
”بھیں ان سے کیا واسطہ۔ ہم تو ہر سو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان سے  
ملاقات کرنے متوڑا ہی جانا چاہتی ہیں“

”وہ تو آپ سے ملاقات کرنے کی غرض ہی سے آتے ہیں، ورنہ انہیں  
واتا صاحب سے کیا دلچسپی ہے؟“

”میں تو وہیں جو توں سے اس کی مرمت کر دوں۔“

”جب دوسرا سے روزا خباروں میں یہ خبر شائع ہو گی، تو کتنی نیک نامی

ہو گی، میری اونٹھماری؟“

”خیر! اس تھیس کو چھوڑ دیئے۔ مجھے ہر سو دیکھنا ہے۔ میں نے  
ٹھاٹھے کہ مزار کے اس پاس غیر میر بھی لگے ہیں۔“

”لگے ہیں۔ اب اُن کا احوال بھی مُن لو۔ بھائی وروات سے پڑا یک  
نبی ہیں تھی طریقے۔ اس میں سلطان صلاح الدین پڑھتے ہیں در مسلمان تھے جنہوں  
نے شیرذل رپڑا کو ملکست دی تھی۔“

”مجھے معلوم نہیں انتول نے شکست دی تھی یا کہاں تھی۔ تاریخ میں  
بھی شکست دیا گیا۔ پہر عالی اس ڈرانے کا آخری میں تھے۔ بھی نہیں جو یہ سے  
گا۔“ — رپڑا شیرذل نماں پھوس کی بنی ہوئی پھاڑی کے دامن میں کھڑی  
کی تکارکمیں ٹھکا۔ شکست سے کہ اس کا وزیر آتا ہے اور اس کو آٹابد نوش

کر کے یہ پوچھا ہے۔ ”

”کیا؟ ”

” حضور، اب یہ دشمن کی زیارت کب ہو گی؟ ”

” وہ کیا جواب دیتا ہے؟ ”

” ایسا جواب دیتا ہے کہ لا جواب کر دیتا ہے۔ ”

” بتائیئے نا؟ ”

” شیر دل رچڑو زور سے ہاتھا پنے مانستھے پر مارتا ہے، جیسے اپنی قدری ”

” کے منہ پر طماں پنج مار رہا ہے۔ اور بھرگنا شر دعا کر دیتا ہے؟ ”

” ہانے۔ یہ گانا تو لا جواب ہو گا۔ ”

” بہت لا جواب تھا۔ کن سُری آوات میں آپ نے یہ الہا پنا شروع ”

کیا ہے

” ان جسروں سے کہہ دو کہیں اور جا بیسیں ”

” اتنی جگہ کہاں ہے۔ دل داغ دار میں ”

” شعر تو بڑا اچھا ہے۔ ”

” اس میں کوئی شکر نہیں۔ — لیکن شیر دل رچڑو نے اس کی اپنی آواز ”

” سے وہ چھپا چھاڑ کی کہ تمی چاہتا تھا کہ اس کی نکڑی کی تلوار اس کی کمر سے اتار ”

” کر اس کے حلق میں کھوںس دیں۔ ”

”آپ تو نا حق کسی کے دشمن بن جاتے ہیں — ہر سکتا ہے، دہ میرجا  
جو۔ آپ کہاں کھے تان سیئن ہیں؟“

میں نے خود کو تان سیئن کب کہا ہے۔ لیکن میں نے اپنے وقت  
— تمام چیزے گوئیوں کو منایا ہے۔ موسیقی کی بڑا دن محفلوں میں شرکت کی ہے  
— آپ بڑا ہائکٹے ہیں — مجالہ بنا یے تو آپ بنے کس کس گویتے  
کو منا ہے؟“

خان صاحب عاشق علی خاں کو۔ بیسے خاں کو۔ چھوٹے اور  
بڑے خلام علی خاں کو۔ ہیرابانی بڑو دکر کنو۔ روشن آرا کو۔ رفیق  
غزلوں کی اور فیروز نظماء کو۔ اب میں تمہیں اور کتنے نام تباڈل۔ ہاں۔  
محترخاں کو بھی“

یہ محترخاں کیا ہوا۔ ابھی آپ کہہ دیں گے کھتم خاں کو بھی منا ہے۔  
مجھے معلوم نہیں، اس کا اصل نام کیا تھا، لیکن لوگ اُسے محترخاں ہی  
کے نام سے لپکارتے رہتے۔ اس کی ایک خاص وجہ بھی کہ جب وہ گاتا  
بھٹا تو گر پر آتے وقت زور سے اپنی ٹانگوں پر اس طور پر زور سے دھپٹر  
مارتا جیسے کوئی محترم ادارہ ہا ہے۔ غالباً اسی لئے اس کا نام محترخاں پڑ  
گیا تھا۔

آپ مجھے بنایے ہیں — کوئی آدمی اپنا نام محترخاں برداشت

ہیں کر سکتا۔"

"وہ تو گرتا تھا۔ اب تم یقین کرو، یا نہ کرو۔"

"مجھے آپ کی کس بات پر یقین نہیں۔ آپ یہ بتائیئے کہ سُرس پر مجھے لے چلنے کا یا نہیں۔"

"میں اپنا فیصلہ صادر کر جکھا ہوں۔"

"آپ کیوں گئے تھے وہاں؟"

"اپنی معاونات میں اضافہ کرنے۔"

"کیا اضافہ ہوا؟"

"بہت سے اضافوں میں سے ایک اضافہ اور سن لو۔ لیلی محبوں کا ذرا مہر ہو رہا تھا۔ لیلی کا باپ امریکی طرز کی بُش تشرک پہنچ پر ٹھیل رہا تھا۔ سر پر عربی و ضعن کار و مال باندھ سے تھے۔ محبوں، دنگ سے ایٹھ پر آتا ہے۔ لیلی کا باپ چونک کرامس سے مغاطب ہوتا ہے۔

"کیوں محبوں کیا قصہ ہے؟"

محبوں صاحب قریباً ہی تھوڑوں کھلوانی اور ہے۔ ذرا حاضری دینے آیا تھا۔ جیسے کوئی خالی مشک، بھرنے آیا ہو۔"

"لیلی کا باپ اس پر کیا کرتا ہے؟"

"کرتا ہے۔ اس نے محبوں تیری آواز کیوں پست ہے؟" — وہ جواب

”دیتا ہے“ حصوں شادی کا بندوبست ہے ”

”باپ کیا کہتا ہے؟“

”باپ اس سے پوچھتا ہے! اکس کے ہاتھ؟ — مجنوں صاحب  
جواب دیتے ہیں! حصوں، آپ کی دختر نیک اختر کے ساتھ“

”باپ کو طیش نہیں آتا؟ کتنا بد تغیر تھا یہ مجنوں“

”ہر عاشق بد تغیر ہوتا ہے“

”آپ نے کہی یہ بد تغیری کی ہے“

”صرف تمہارے ساتھ“

”آپ مجھ سے اس قسم کے مذاق نہ کیا کریں۔ میں سو جانتی ہوں  
آپ کو مجھ سے کتنا پیار ہے؟“

”میں پیار کی نہیں، بد تغیری کی بات کر رہا تھا۔“

”بد تغیریاں تو آپ اکثر کرتے رہتے ہیں۔“

”میں نے تو آج تم سے کوئی بد تغیری نہیں کی۔“

”خیر، چھوڑیئے! اس فضے کو؟“

”اور نعمت کیا شروع کروں؟“

”آپ مجھے یہ بتائیئے کہ میلے کے باپ نے کیا کیا؟“

”اسن نے کہا، یہ شادی سرگزرنہیں ہو سکتی“

”مجنون نے کیا کہا؟“

”اسن نے کہا، کیوں؟—کس لئے؟—کیوں کر؟—کیسے؟“

”بڑا متون آدمی تھا۔“

”میری اُس سے تو ملاقات نہیں ہوئی۔—لیکن میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ ڈرامہ دیکھ کر میری طبیعت صاف ہو گئی۔—لیلیٰ کے باپ مجنون سے کہہ رہے تھے اس لئے کہ توا دیوب عالم ہے اور لیلیٰ نے نشی فاضل پاس کر لیا ہے۔ اور حضرتِ مجنون یہ صد بجا جست یہ مکالہ ادا کر رہے تھے، میں حصوں میں ابھی نشی فاضل کا امتحان دے رہا ہوں۔“

”تو یقیناً یہ ڈرامہ یہت دلچسپ ہو گا۔—کیا داقی مجنون نشی فاضل کا امتحان دے رہا تھا؟“

”اس زمانے میں ممکن ہے کہ نشی فاضل نیا دیوب عالم کی کلاسیں ہوتی ہوں۔—مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔—مجنون نے اپنے وصف بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ دُٹا پُکرنا جاتا ہے۔“

”میرا خیال ہے، لیلیٰ کے باپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا پائیے تھا۔—کیا وہ ٹاٹا عرب بھی تھا؟“

”ہنیں گانا جانتا تھا۔ رہنے والا عرب کا تھا، مگر اردو زبان میں  
گانا لگاتا تھا۔ لیلی لیلی پکاروں میں بن میں۔ لیلی موری بسیں مورے سے  
من میں“

"یہ بول تو رہے اچھے ہیں۔ ضرور مجنوں ہی نے سنائے ہوں گے،

”اس کا پپ نہیں سکتا تھا۔ اس کو تولیٰ کے

کے تھے ہی سے عفت عفت اور پیار کرنے سے فرصت نہیں ملتی تھی;

”وہ اس کے کتنے سے کیوں پیار کرتا تھا؟“

۱۰ اس لئے کہ سیالی اس کو طبق ہنپس سمجھتی ۔ کیا کرتا بھارہ ۔

”میں نے کہا، یہ عاشقان لوگ کس قسم کے ہوتے ہیں؟

بچھے کیا معلوم ہے۔ میں نے کہیں اس قسم کا عشق کیا ہو تو کچھ تباہی دوں  
میں ایسی باتیں ہنیں جانتا نہ اللہ سبتر جانتا ہے۔ حورت کو چھوڑ کر

کہتے سے پیار کرنا۔ اس کے متعلق میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔

”آپ تو اپنی کٹیا سے بہت سارکرتے ہیں۔“

"وہ کتنا مہما رہی نہیں۔ میری ہے، یعنی لعلی کی نہیں۔"

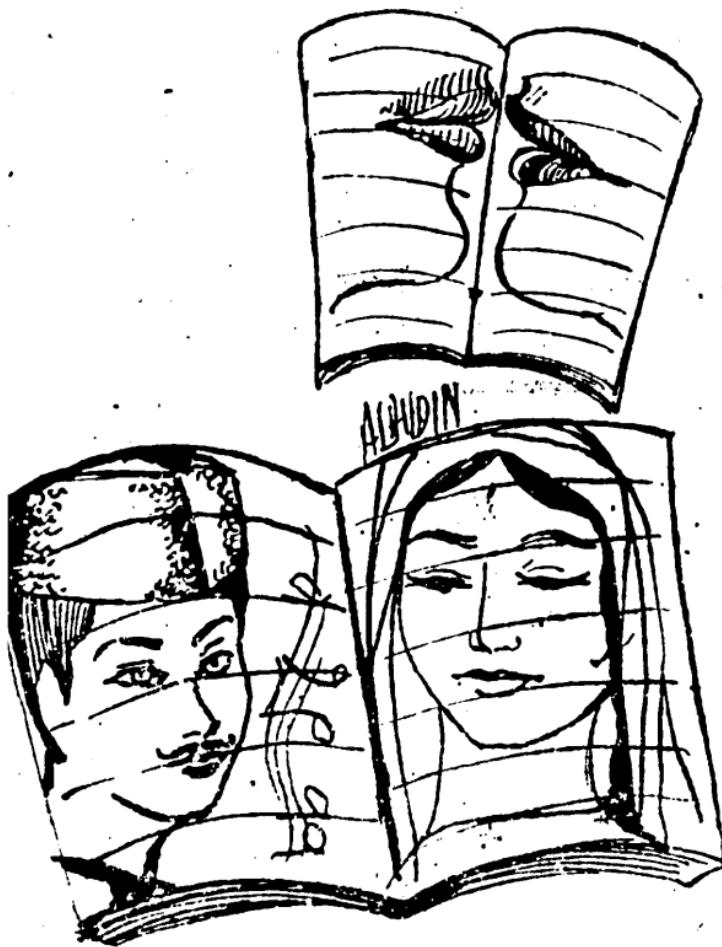
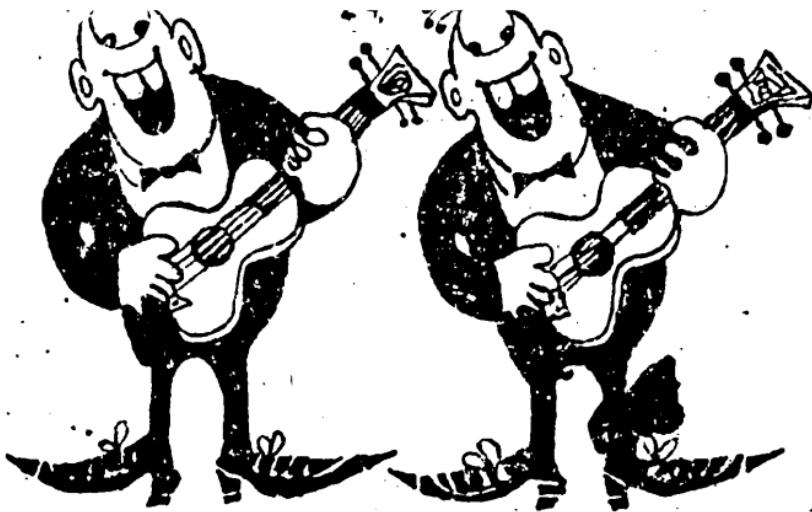
۶۰ آپ خاکہاں رہتے ہیں؟ —

۱۰۷ اینی کھنڈا کو سیرگ رانے ہے

”اور مجھے ترجمہ پر نہیں لے جائیں گے؟“

سماوت حسن ندوی

۱۹۵۳ء، اکتوبر



# کنٹرول سٹاٹ

پہکر دہ اشنا پے تالمیوں کی آواز آتی ہے ایسچا پر ایک خوبصورت ساز و سامانی والا کمرہ نمودار ہوتا ہے۔ ایک جوان لڑکی روئی ہوئی اس کمرہ میں داخل ہوتی ہے، الماریجی میں سے ایک خوبصورت بڑکن کھاتی ہے۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ یہ زہری سے، انگریزی سے، اردو، ہندی، گجراتی، مریمی اور سندھی۔ ان سب زبانوں میں اس بتریل پر لکھا ہے۔ کہ یہ زہری ہے میں اسے پی لوں گی۔ اس لئے کہ جس سے مجھے محبت تھی وہ اس زہری میں نہیں رہا۔ سماج نے پہنچے اُس کو مجھ سے جدا کیا اور اب اُس کی روت کے گھوڑے ہمار دیا اب یہ ریا زندگی فخر ہے۔ یہ زہری پی لوں گی اور ہمیشہ کے میئے اُس کے پاس چلی جاؤں گی۔ میریہ ظالم سادھن ہمیں نہیں دوسرے۔ نہیں ہرگز کر کر جاؤں

نہیں کر سکے گا نہ نہ کندن کندن میں آہی ہوں اتنے میں ایک موٹی  
اوڑا آتی ہے "خیر دا"

لڑکی ہونوں سے قبول جد اکر دتی ہے کرنے میں ایک موٹی نالہ والا  
اوہیز عزم کا ادمی دفعہ ہوتا ہے لڑکی پختی ہے اور اس سے پچھتی ہے کون؟  
آدمی؟ تھا را پچا!

لڑکی:- اوہ تشریف رکھئے تشریف رکھئے!  
آدمی:- تم خود کشی کر رہی تھیں!  
لڑکی:- بھی ہاں!

آدمی:- تم نے میری اجازت طلب کی؟

لڑکی:- بھی نہیں!

آدمی:- کیوں؟

لڑکی:- مجھے افسوس ہے میں جلدی میں سمجھی لیکن اب آپ  
سے اجازت ناگزیر ہوں کیا میں خود کشی کر سکتی ہوں۔  
آدمی:- پر سے شوق سے، مگر ایک شرط پر۔

لڑکی:- وہ کیا؟

آدمی:- خود کشی کرنے سے پہلے نہیں ایک بیان کر دینا ہو گا کہ تم اپنی

اپنی مرخصی سے اپنی بہان ہلاک کر رہی ہو۔

لڑکی:- صندھی یا اردو میں۔

آدھی:- اردو میں اور ویجھو اس بیان میں یہ لکھنا بہت صروری ہے  
کہ تمہاری محبت پاک تھی۔

لڑکی:- کیا محبت ناپاک بھی ہوتی ہے۔

آدھی:- ہاں ویجھو اس بیان کا مستوفہ ہم تیار کر دیتے ہیں۔ تم سے  
نقش کروں۔

لڑکی:- مہربانی!

یہ کہہ کر چاپ اٹھتا ہے اور کرسے سے باہر چلا جاتا ہے۔ لڑکی زہر کی قبول اٹھاتی  
ہے۔ اور سوچتا ہے۔

لڑکی:- گذن پانچ منٹ میرا منتظر کرد یہ بیان تیار موجود ہے  
تو میں نقل کر کے فوراً تمہارے پاس آتی ہوں۔ پھر تم ہو گے اور میں سماج  
کے بندھن سب ثروت جائیں گے میں اور تم دونوں ایسی زندگی شروع  
کریں گے جو مت سے بالکل نا آشنا ہو گی ہم امیر ہو جائیں گے.....  
دو واڑ سے پر تیزی سے دشک ہوتی ہے۔

لڑکی:- کون ہے؟

۸۰

یہ کہکروہ درداز و کھوئی ہے، ایک عورت گجرائی ہوئی اندر داخل ہوتی  
ہے۔ اُس کی سانس چپولی ہوئی ہے۔

لڑکی وہ کون ہر قسم؟

عورت اس تھیروں بتا قی ہوں (اوسم لیتھی ہوں) میں ہمیر ہوں۔  
لڑکی: ہمیر۔ کون ہمیر۔

عورت اس میں تو بہت مشہور ہوں مہر حنپک کی بیٹی ہمیر سیاں؛  
لڑکی: ہر رانچھے والی ہمیر!

عورت اسیں!؟

لڑکی: اودہ کیسے آنکھے تم ہیاں۔

عورت اس بہت دنوں کے بعد ہمیں چھٹی ملی تھی رانچھا کیسے لگتا اُس سینا  
چلیں رنگت لے کر اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ ہمارا ہی تماشا ہے میں تو  
اندر ہی میں جو گاگ آئی لیکن رانچھا ابھی پنک و ہلاں بھیجا ہے۔  
لڑکی: اسہامیں وہ کیوں؟

عورت: کیا ستادی بوا صیری تو زندگی اجیرن ہو گئی ہے، جب  
وکیسدا اپنی بالنسری بچار ہاہے ہزار کھنچی ہوں رانچھا صیرے  
رانچھی چھوڑو اس بالنسری کو ویکسوزی بچاؤ مجھے کر لیا فلمی کیست۔

گست سنا د، مگر وہ قور پانی تکیر کا ہی نتیر رہتا چاہتا ہے۔ لیکن کیکس پسیڑیاں  
کھاتے ہیں مگر وہ مجھے پختے کی روٹی پکانے ہی کے لئے کہتا ہے۔  
خورت: شیریں کا کیا حال ہے۔

خورت: بہت بُرا، فرما دعا حب سرد فست نیشن لئے ہم خپورت تے  
رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک اور دو حصے کی نہر کھیو دوں ॥ اُزدھر بھجا رک  
سمی کا بھی یہی حال ہے۔ ہنوز اصحاب ہر روز اُسے کچھ گھر سے کچھ منادھ  
دریا میں تیر لتھے ہیں بوآ ہم سب تنگ ہیں قسمت میں مت نہیں، اُنہے  
ضور کچھ کھا کر مرتبا ہیں۔ (با لنسری کی آواز سنائی دی) بیرڈ بھائی ہے۔  
لو آپنے پچھا میاں ٹھیا کوہاں پچھے کئی پران کے ہنڑوں سے با لنسری  
نہیں پچھا اچھا جاتی ہوں بوآ تم خوش رہو (غلی بھائی ہے)  
لڑکی، ہتھ کے جانے کے بعد زہر کی شیشی اٹھاتی ہے۔ «نہیں نہیں میں  
نہیں مروں گی میرا بھی اگر یہی حال ہر ان تو نہیں نہیں اُسے رس گلتے  
کھانے کی عادت نہیں، اب میں ہزار دس برس کیسے مسلکوں سے گلے بنائتا کر کھلانی رہوں  
گی نہیں نہیں (زہر کی شیشی بھیک دیتی ہے)  
اسنے میں چاکی اٹھا ہوا اندر اُنہل ہٹا ہے۔  
پچھا دریاں تیار ہے۔

واکی:- لکھنی میں نیا اپنے بیوی۔

چیخا:- کیا سطلب۔

لڑکی (امیر) نے خود کشی کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ پریت نہ کرن پریت رکھنا شروع کرتی  
ہے وہ اپنے بیوی کے پرداہ گوئی ہے۔

تماشائی:- سب سینے میں کہاں ڈالنے کا آخر مطلب کیا ہے۔ مرد ہم توں  
کی طرف دیکھتے ہیں اور عورتیں مردوں کی طرف۔

گھریلوں روپ۔

لڑکی اپنے سنتے درائے میں حصہ لیا تھا۔ گھریں درم اس، داخل، ہوتی ہے اس کے  
پہلے تیر کا پاٹ ادا کرنے والی کمرے میں موجود تھی۔ دلوار، بند، آپ آنکھ تھیں۔ اور  
اپنی بیوی بات پریت کرتی تھی۔

اوکی جس کا نام سیدہ ہے۔ اپنی سیلی سنتی سے کہتی ہے۔۔۔ سہنی یہ کہاں پواس نہیں،  
جوہم لئے آج ایشیت کی ہے۔۔۔

سبنی:- جس تصریح اتنا بھی بھوکی ہو اگر کہ جسیں نہ کرو۔

کالے بالوں۔ تم سے ہم بست مذاق کریجے۔۔۔ بھا بھر مذاق بھوڑو۔۔۔

پریکی پر بھی آئے موتھ لوگ۔

پریم:— اس طرزے کا مطلب کیا ہے۔

کامے بابو:— مطلب یہ ہے کہ غصہ محبت پر کنڑول ہونے والا ہے اور

یہ دراہم نے اس کے لئے کھیا ہے۔

پریم:— محبت پر کنڑول ہونے والا ہے۔

کامے بابو:— جیسا ہاں۔— جس طرح وودھ پر کنڑول ہے، آٹھ پر کنڑول ہے، پکڑے پر کنڑول ہے، اسی طرح محبت پر بھی کنڑول ہونے والا ہے۔ شاید شام کے انساروں میں اس کا اعلان آجائے، دیکھ کر وہ ہمیا اور پریم کی طرف دیکھ کر سکتا ہے، اب اپنے آپ سے دردی سے بخت ہیں قبیلہ نیز اس نماں میں کریں گے۔

پریم اور سماں دلوں افسرده ہو جاتے ہیں اور باہر لکھتے ہیں۔

ل ل ل ل ل ل ل ل ل ل

وکارہنہ حمدہ ہندہ

باغ۔

شام کا وقت ہے۔ پریم اور سماں دلوں بیٹھ پر بیٹھے ہیں۔ ان کے آس پاس اہمیت سے بڑے بیٹھے ہیں اور اسیار پر خوبست ہیں اخبار بھی پانے تھوکرے چلا۔ ہے ہیں۔ محبت پر کنڑول ہوئیا۔— محبت پر کنڑول ہوئیا ॥

ہمیا و پریم کی طرف دیکھتی ہے۔ پریم، ہمیا کی طرف افسردہ نظروں سے دیکھتا ہے۔

اور مروہ بھر کے کتنا ہے۔ «اب کیا ہو گا؟!»

اخبار بینے والے چوار ہے ہیں، «جنت پر کنڑوں ہو گیا۔ جنت پر کنڑوں ہو گیا۔»

\* \* \* \* \*

پوششیں کامنٹاچ۔

تجھے تجھے پر شرگئیں۔ دل کی تصویریں ہیں، اس پر تیرچا یہے اور خون انکل رہا ہے  
نیچے لکھا ہے۔ اپنے دل کا خون نہ کھینچے۔ محبت کم کیجئے۔ شیریں فراہد لیا جوں  
بیسرا کنبا، سستی پنوں۔ ان سب کی نصریں بنی ہیں۔ نیچے لکھا ہے۔ عاشتوں  
کی قسم ہیں جیشہ موت ہوتی ہے۔ محبت کم کیجئے!۔ آنرمی پوش پر راشن کھڑا  
کی تصویریں ہیں، اس کے نیچے لکھا ہے۔ اور الگ آپ کو نیخت کرنی ہے۔ تو راشن  
کارڈ کیجئے!

ایک بستہ بڑا بورڈلا ہے۔ جن پر اچھے کے اندازہ زبان ہیں لکھے ہیں۔  
اس کے نیچے متوسط الحال اور اپنے طبقتے کے مردوں اور عورتوں کا ایک بہت لمبا «کیوں» لگا  
ہے۔ ایک طرف عورتیں کھڑی ہیں۔ ایک طرف مرد۔ مردوں کے «کیوں» سب سے آخر  
پریم کھڑا ہے۔ اس نے عورتوں کا منظہاہر میں بیٹا۔۔۔ دلوں ایک دوسرے کی طرف دیکھے

ربے میں۔ اتنے میں کالے باجوآتے ہیں اور ان دونوں کو دھوپ میں کھڑے دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ میرا کو وہ اپنی چھتری پیش کرتے ہیں مگر وہ نظرت سے ایک طرف پہنچنک دیتی ہے کالے باجوآتے ہیں اور سنتے ہوتے پلے جاتے ہیں۔

محیت کار اشنگ، آفس راندر

پریم اندر داخل ہو جاتا ہے۔ ایک نہستہ حال یوڑھی عدالت میز پر بیٹھی ہے، باقی کام کرنے والے سوچان رکنے کے پیش پریم کوئی بر بیٹھ جانا ہے۔

بڑی عصیا: — تھارا نام۔

پرہ کم : --- پرہ کم چند !

برٹھیا :— وہی پر کم چند تر پہلے کہانیاں لکھما کرتا تھا۔

یہم ۔۔۔ جی شیخ، میں دوسرا یہ کام چند چوڑا ۔۔۔

بُرڈیا :- پائپ کا نام ۔

مکالمہ

پرنسا:- مدرسہ نیشنل نے اپنی زندگی میں کبھی محنت کی تھی۔

۔۔۔ مجھے مسلم نہیں ۔۔۔ کامیابی ہوگی۔ قلندر نے مجھے تباہی میں

بڑھیا :—

لہار کی ماں سے اس کی

پریم :— بقی تھیں۔

بڑھیا :— مہین کیسے معلوم ہے۔

پریم :— اس نے کہ ان کے پناہیم چند جانے ان کی شادی ان کی مرضی کے خلاف  
کردی تھی۔

بڑھیا :— تم کیسے پیدا ہوئے؟

پریم :— میر کی ماں، میرت پتی جن کی بونی تھی اور مرتے و مرنگ بیوی رہی۔

بڑھیا :— ہوں۔ — جب تک مغل کم چند ولدیم چند کے خیالات کیا تھے۔

پریم :— وہ اس سبب لامگھنے تھے۔

بڑھیا :— ہوں۔ — داشن کا مرد اٹھا کر اسے بہتر تھے ہر ٹے اپنے میں ایک پروٹ

پریم :— مرت ایک پروٹ۔

بڑھیا :— ماں مرت ایک پروٹ۔ — تہار سے سچیہ بہادریاہ ہے۔ جاؤ۔

لاشنا کا رٹے کر اش روگی کے عالم میں پریم باہر نکلتا ہے۔ بیٹا کو دیکھتا ہے تو اس کے پاس

جاتا ہے۔

پریم :— قسمی تھی میں؟

بڑھیا :— آؤ چاپروٹ۔

پریم:- مجھے ایک یونٹ۔

و دونوں مفہوم ہو جاتے ہیں۔

× × × × × × × × × × × ×

تھیم:- رہر سل رومن دیا پڑا

پریم اور یہاں رہر سل رومن کی طرف بڑھتے ہیں تو دس پندرہ فلی اور دوسرے مزدور  
ہٹھتے ہوئے آن کے پاس سے گزرتے ہیں۔

پریم:- یہ لوگ بڑھے نہیں ہیں۔

تو یہاں جائے نہیں ا۔ یہاں خیال یہے ان کو زیادہ یونٹ سے ہوں گے۔ یہ کہ کر

و دونوں رہر سل رومن کے اندر داخل ہونے ہیں۔

× × × × × × × × × × × ×

رہر سل رومن کے اندر۔

پریم اور یہاں و دونوں پاس پاس ہونے پر ملٹی چاٹے ہیں۔

پریم:- کچھ سمجھیں نہیں آتا ب کیا ہو گا۔ — جیسے میں سرف ایک یونٹ

بیجا۔ — دیکھو۔ ایک یونٹ میں کیا پانل کیکے ہوں۔

پریم:- لا پانل اشن کا۔ — دیکھنا ہے ایک بعد گست۔ — آدمانگنڈھیانیں ات

کہ سیر۔ — کشی کا، سیر کا تا تو مرف پندرہ منٹ۔ — اور سیا۔ — میں تھیں جیسے ہیں،

صرف ایک دفتر کہہ سکوں لگا کہ جن تم سے محبت کرتا ہوں،

ہمیا:- ہمروں ایک دفعہ۔ اب میچھے تم نہ میں بزارہ تیر کہا کر تھے جو۔

پریم:- وہ دن یاد کر دیتا ہے۔ جنگ کے پسروں اب وہ گھریاں والیں ایسیں کی  
ہیں:- ہمپیں میں نہیں یاد کر دیں گی۔ لیکن اب تینیں یہ سوچنا چاہئے کہ یہ دیڑھ یونٹ  
ہوئیں ملا ہے اکے طرح انتقال کرنا چاہئے۔ پریم:- آدمی ایک روتی بیسی جب گزارہ کر  
سکتے ہے۔ تو ایک ہم دیڑھ یونٹ میں گزارہ نہیں کو سیکھ گے۔ تم پہلے ہم کر دے۔ پریم:- یاک بالوں  
سے بہت مناثر ہوتا ہے۔ طے ہوتا ہے کہ ہمیشہ میں اسی دن جو سب سے سہا ہو، وہ اپنی  
محبت کو راستہ لیا کریں۔ اتنے میں سینی ناچنی خظر کتی آتی ہے۔ ورنوں کو کسی قدر مفہوم دیکھنی ہے  
تو ان سے مذاق کرتی ہے وہ محبت کو بالکل پیکار سمجھتی ہے۔ کیونکہ کالے بالوں کی محبت سے  
اسے قلم تحریر ہو چکا ہے۔ یہ آدمی شروع شروع میں اس سے اس طرح محبت کرتا تھا جیسے  
اس کی پوچھا کرتا ہے۔ گھر چند سال گزر جانے پہنچو بالکل پہل کیا تھا۔ سینی اس کے میہاں  
صرف اس سے پڑی سمجھی کہ اب اس کا دل بالکل بکھر گیا تھا۔ تھوڑی دیر تینوں آپس  
میں باٹیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد گھٹھی بھتی ہے۔ سینی اٹھتی ہے اور کہتی ہے ”چلنے  
ہیرا بجے کا بھیل بھیلیں“

”تینوں پا پہنچتے ہیں۔“

\* \* \* \* \*

دہرسل روم کے باہر۔

تینوں کی بڑی بھیرتی پر کے بالک کالے بالو سے ہوتی ہے وہ ہیاکی طرف سکرا کر دیکھتا ہے اور پوچھتا ہے ”راشنا کا ڈول گیا آپ کو“

ہیما : بے جی ہاں۔

کالے بالو ! کتنے پونٹ !

ہیما : آدھا۔

کالے بالو : پھر تو آپ بہت دولت مند ہیں ۔ — (پریم سے) آپ کے جنے میں کتنی آئی۔

پریم : ایک پونٹ۔

کالے بالو بچھے دیر مصروف گیا۔ مہینہ کیجھے گلا اسنتی تھیں کتنی میں ؟  
سینتی کچھے تبکرنے کی ضرورت نہیں ۔ — جب تک اس دنیا میں تم جیسے آدمی موجود  
ہیں، نجیسی عورتوں کو نذرت کرنے کی اجازت ملن چاہئے۔

کالے بالو : کھیل کا وقت ہو گیا ہے ۔ — اب تم جاؤ۔

سر پچھے جاتے ہیں۔ کالے بالو پنے آنس کی ڈرون بڑتا ہے مانتے میں اسے ایک  
قلی ملتا ہے وہ اسے اشارے کے ساتھ اپنے ساتھ پلانے کے ملتا ہے۔

کا نے بلوک آفس۔

آفس میں کامے بالوقتی سے پوچھتا ہے کیوں پانڈوگ۔ تم نے کہیں جست کی ہے پانڈوگ۔ رجگر اکر، رام، رام، رام۔ محبت۔ میں پڑے گانے والوں کی ہر کام۔

کامے پابو۔ ربستا ہے کہیں کبھی عشق کرنا کیا ملا ہے۔

پانڈوگ۔ نہ صاحب اسک وسک نہیں چاہیے ہم غریبوں کو۔

کامے پابو: لیکن تمہیں راشن کارڈ تو مل سکتا ہے۔

پانڈوگ: ہے میں قلی ہیں بیان۔ کہ، نے بھی تو تمہیں نیا راشن کارڈ۔

کامے پابو: لیکن تم نے کہ مجھے دے دو۔ تو میں تم سے تحریک لوں کا ریک کارڈ

کا سورپریز دوں گا۔

پانڈوگ: سندوپیر۔

کامے پابو: اور سے کیا ہذا اسے اپنے کوئی ہو۔ تو رجک، سب قبائل سے کہو

کرو اپنا پناوارشن کارڈ لیں۔ پھر تم مجھے دے دینا۔ کہے۔

پانڈوگ خوش خوش باہر نکلتا ہے۔

\* \* \* \* \*

آفس کے پہر۔

پانڈو رنگ نہوش نہوش بخار ہے — گرین روم سے سنتی میک اپ کر کے باہر  
لختی ہے۔ ادلاس سے پوچھتی ہے۔ کیا بات ہے پانڈو رنگ — آج ہبہت نہوش ہوئم  
پانڈو رنگ اسے بتانا یہ کہ کامے بالبو نے بُلایا استاد ادلاس سے کام تکارہ راش  
کارڈ لے لے جئے وہ سور دپے میں خرید لیں گے یہ سن کر سنتی متکدر بوجاتی ہے۔

\* \* \* \* \*

بیٹھ — پہاڑیوں کے درمیان ایک ولنزیب وادی۔

ہمیا اور پیریم دلوں خاموش بخار ہے ہیں منتظر اور فضا، بہت پوکیت ہے۔  
چلتے چلتے دلوں مددی کے کن رستے پہنچ جاتے ہیں — ہمیا اپنی جائیگی ندی کے پانی  
میں ڈکا دیتی ہے۔ پیریم چند لمحات بہت خاموش رہتا ہے۔ آخر اس سے ہمیں رہا جاتا۔ اور  
ہمیا کا ہاتھ پکڑ کر لاتا ہے۔ ہمیا میرا ول، غبت کرنے کو چاہتا ہے۔

ہمیا! — ول تو میرا بھی چاہتا ہے۔ ویکھو ناگت اسہانا موسم یہ ہے۔ — جی چاہتا  
ہے تم ایک غبت برآگیت سناڑا اور میں سنوں۔

پیریم! — داشن کارڈ لکھتا ہے۔ تو یہیں ووڈ کر جاتا ہوں اور راشی شوپ سے ایک  
گیت سے کہا تاہوں۔

ہمیا! — جاؤ لیکن جلد می آنا۔

پیریم! — تم یہیں میرا منتظر کرو — میں ابھی آتا ہوں۔

پریم - دوئنانتے -

\* \* \* \* \*

پریم ایک بس اسٹینٹ کے پاس ہے تھا ہے۔ بیان ایک بہت لمبا رکھو، لگا ہے۔ بس  
بھری ہوئی آتی ہے اور کئی مسافر کو نئے بیرون گز جاتی ہے۔ پریم زیادہ دیر آتنا رہنی کر  
سکتا ہے۔ میکس اسٹینٹ کی طرف دوڑتا ہے۔ وہاں دو ڈیکسیاں مکٹھی ہیں۔ وہنی  
کے ڈرائیور کہتے ہیں۔ پڑول ہنیں ہے۔ کیونکہ پڑول پر کنڑول ہے۔ جب یہ دو ڈیکسیاں  
دوا مرآدمیوں کو نے کر چلی جاتی ہیں۔ قریم کا دل بہت کلاختا ہے اور وہ پیدل ہی چلتا ہے۔  
آخر شر پریم ایک دکان پر پہنچ ہی جاتا ہے جس کے باہر ایک بہت بڑا بجروں لگا ہے۔ در پنڈت  
اشک ایٹڈپنڈت الون سونگ میکرز ۔

\* \* \* \* \*

پنڈت اشک ایٹڈپنڈت اسونگ میکرز کی دکان۔  
پریم دکان کے اندر داخل ہونے ہی لگتا ہے کہ بھان چوکیدار کہتا ہے۔ «سب گانا  
خلاص ہو گیا!»۔ پریم بیان سے دسری دکان کا خوبی کرتا ہے۔

\* \* \* \* \*

در پنڈت برٹ پیاس۔ پنڈت سنجھ بیاس ایٹڈپنڈت برداور سونگ ایٹڈ  
ذوٹ میٹنگ پر ترکی دکان پریم اس دکان میں داخل ہوتا ہے۔ یہک شیشے کی المدی میں

پنڈت برت بیس اور دوسری الماری میں پنڈت شیخ بیاس بندی میں باہر سے تالا رکھا ہے  
پریم منیر کو اپنا راشن کار و بتاتا ہے اور ایک گیت مانگتا ہے جو اب ملتا ہے کہ جس سے دلوں  
الماری میں بندی ہے مگر ابھی تک ایک لگانا بھی تیار نہیں ہوا۔ پریم لپڑھتا ہے کہ دوکان سے اسے  
ایک مرغ ایک نہان مل سکتا ہے میخرا سے گل دیپ جی، ہر دیپ جی آگیت بنانے والے کا  
پتہ دیتا ہے کہ شاید وہاں سے مل جائے پریم اس دوکان کا رنگ گرتا ہے۔

X X X X X X X X X X

کلیپ بھی، ہر دیپ جی کوتی آگیت بنانے والے کی دوکانی  
پریم انہوں داخل ہوتا ہے۔ میخرا سے ہتا ہے تو اسے معاف ہوتا ہے کہ ویٹیٹ کلیپ  
بھی ابھی اندر گئے ہیں اور موڑلا نے کی کوششی کر رہے ہیں میخرا پریم کو عقل خانے  
میں لے جاتا ہے۔

X X X X X X X X X X

پنڈت کل دیپ جی پانی کے ٹپ بین بلیٹھے ہیں۔ اولپر سے فولاد، گردہ ہا ہے  
انجھیں بندی میں۔ ہاتھ میں سیاٹ پسل ہے جو کچھ بھی سلیٹ پر لکھتے ہیں پانی میں، بجہ جاتا ہے  
میخرا پریم کے اصرار پر پنڈت جی سے پوچھتے ہیں (وہ پنڈت ہے)، موڑا یا، پنڈت جی ایک  
وہ بگٹھ کر کہتے ہیں مرنیں ہیں۔  
وہ فہل ڈر کر باہر نکل آتے ہیں۔

\* \* \* \* \*

### عقل خانے کے باہر

یخیر مریم سے کہتا ہے۔ بہت مشکل ہے مہا جب کہاں کھانا خون اپسند آئیں کرنا پڑتا ہے۔ پھر کہیں جائے کہاں ایک صرف مکھڑا تیار ہوتا ہے۔ پرمیام کو کہاں کی سخت ضرورت ہے اس نے یخیر اس پر اور بھی رکوب ڈالتا ہے اس کے بعد وہ اس سے کہتا ہے "پہلی میں آپ کو ہر دیپ ہی کے پاس لے چلو۔ شاید انہوں نے اب تک کوئی گیت نیا رکھا ہو گیونکہ پرہ روز سے وہ ایک کمرے میں بند ہیں انہوں نے پانی کا گھونٹ تک نہیں پیا۔

\* \* \* \* \*

### دوسری کمرہ۔

درزش کا سماں کبھا ہوا ہے۔ کہیں قابل پڑھے ہیں، کہیں گمراویں چالی چوڑی کرنے والے سپریگ۔۔۔ پنڈت ہر دیپ جی سر شیپ اور تانگیں اور پر کئے ہیں پرمیام پنڈت جی کو اس ذات میں دیکھا کر ہم بخوبی جو جاتا ہے۔ ایک دم پنڈت بی بیدھے ہوتے ہیں۔ پسل اٹھا کر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن فوراً اسے کاش کر زور سے گھرد گھمانے لگتے ہیں پھر ایک دم کوئی خیال و مارغ نہیں آتا ہے کا غار پر لکھنا چاہتے ہیں۔ مگر فوراً ہی کافر ہیں اور دیگر بینا شروع کرتے ہیں۔

پرمیام پوچھتا ہے "پنڈت جی یہ کیا کر رہے ہیں"

یہجہ:- مولانا ہے ہیں ”

پریم:- کب تک آئے گا؟

یہجہ:- کچھ معلوم نہیں۔

پریم بہت بالوس ہو جاتا ہے — دو فون کمرے سے باہر لکھتے ہیں

گھر سے سے باہر (دو کان ہیں)

پریم سے یہجہ دبی زبان میں اپنا مدعا کرتا ہے کہ اگر وہ بلیک مارکٹ ریٹ پر گیت خریدنا چاہے تو اس سکتا ہے لیکن بے پا۔ سے پریم کے پاس اتنے دام ہیں کہاں۔ بالوس ہو کر جانے ہی والا ہے کہا نے پا ہوتے ہیں۔ یہجہ دبی کو ان کے پاس جاتے ہے اور کہتا ہے رکھنے کا نے بالو میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ”

کام سے بالو:- میرے دس گھنٹے تیار ہوئے۔

یہجہ:- تیار ہیں جا ب۔

کام سے بالو:- ایک گھنٹہ اور پانچ ہنچے۔

یہجہ:- فرمائیں کیسا ہو۔

کام سے بالو:- کچھ نہ کا ذکر ہو — پانچ والی اور اس قسم کی دوسری چیزیں۔

آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ پریم جانے لگتا ہے۔ مگر کام سے بالو سے روک لیتے ہیں۔ یہجہ کو انکو

فوراً اندر جا آئے اور ایک بڑا سامرتان اٹھا کر لاتا ہے۔ سب کے سامنے اس میں ندی  
ندیا، پانی، ہنر، بلو، کٹ۔ دا دراس قسم کے الفاظ ڈالتا ہے اور اچھی طرح ہلاتا ہے تھوڑی یہ  
کے بعد ہاتھ ڈال کر الفاظ باہر نکالتا ہے تو یہ بڑکر ایک سیگیت بن گئے ہوتے ہیں۔

× × × × × × × ×

سیگیت وہ کافی ہے باجو کے خواہ کرو دیتا ہے۔ کافی بالا سے پریم کو دیدیتے  
ہیں۔ دیر کرتے ہیں۔ ذرا الگ کرنا و پسلہ تو وہ گھانا نہیں چاہتا بلکہ یہ سب سیگیت اسیہ حسبے حال  
لگاتا ہے میونک اس کی غورہ ندی کی رسمے اس کا انتشار کر دی ہو تھی ہے تو وہ خود بخوبی کافی  
لگتا ہے کافی ہے بالو ہنگر سے اشارہ کرتا ہے وہ فوراً اسے ری کو دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔

× × × × × × × ×

Dissolve in To

ندی کن رے۔

تیا بیجی ہے اور پریم کا انتشار کر رہی ہے۔۔۔ میوزک شروع ہوتا  
ہے ترے سے اچھا لگتا ہے۔۔۔ اس کے بعد پریم کی آواز آتی ہے۔۔۔ ہیا بھت  
ہے کہ پریم گھانا سے کراگی۔۔۔ وہ بہت خوش ہوتی ہے۔ کچھ دیراں کی طرح بیجی سیگیت سن رہی  
ہوتی ہے۔۔۔ پھر پریم کی آواز دیتی ہے جب کوئی جواب نہیں آتا تو اتنی ہے اور  
ادھر اور پریم کی طرح اسے تلاش کرتی ہے۔۔۔ باہر بکرتی ہے رنجیہ مت ستاد

پریم — اب آہی جاؤ — آدمیت کریں ۔ ” ” ڈھونڈتی دل میں تھی  
وہ ایک جہاڑی کے پیچے جاتی ہے — کیا دیکھتی ہے کہ کامے بالوں کا سے ہیں  
اور گلا، ہے ہیں کچھ دیر دہ حیرت زدہ وکر اس کی طرف دیکھتی رہتی ہے جبکہ آخر ہر بہانہ  
ہے اور کامے بالوں کا موفون سے ریکارڈ کی سوئی ہٹاتے ہیں اور کہتی ہیں ” ہیوا ” ہیر سے پاس  
ہیں یونٹ میں — تم چاہو تو میں کے بیس ہزار ہو سکتے ہیں ہیں دن رات تم سے بست کر  
سکتا ہوں — تم ایک ہاں کہہ دو تو میں سارے ہندوستان کے گذیوں کی آوازیں تمہارے  
لئے فریب لوں گا — بولو، کیا تم مجھ سے محبت نہیں کر دیں ،

ہیکا ۱۔ نجیگانہ اپ سے لفتت ہے ۔

اتنے ہیں پریم، بھی آ جاتا ہے ۔ ہیکا غصتے ہیں بھری ہونی جاتی ہے اور گلوہ و نوں  
املاکر کرندی میں پھیک دیتی ہے کامے بالوں کا کہہ کر رہا سے چلا جاتا ہے ” تم مجھ سے  
لفتت کرتی ہو — ہیں دیکھوں گا کہ تم پریم سے بھی انفراد کر دی یا ۔ ”

X X X X X X X X X

CONTINUE

کامے بالوں کا آفس

کامے بالوں کا آفس میں جا کر منشی کو باتاتے ہیں ۔ اسے حکم دیا جاتا ہے کہ اس پریم ایک

کا اور اخلاق و عیم سخنے کے آخوندگی محبت کی واسطہ کی بیان نہ فرست اکی کہاں نہیں تھیں۔ میں کہیں  
بیان نہیں کہت جران ہوتا ہے تو کامے پالو سے سمجھا۔ تھے ہم کو حب محبت کا کشیدہ  
چیز ہے تو کوئی حبیث کوئی ظلم کیوں عشقیہ و رام ریانم تیار نہیں کر سکتی اس نے اپنے نام  
عین نیتیہ انسان نہ فرست کے رنگ میں پیش ہوئیں کئے جائیں گے تو کیوں کریکے منی جائیں گا کام نکلم بیجا لادا  
بہت خاموش ہو جاتے ہیں۔ پالے پالو سکھاتے ہیں، تھے ہم سنتی امور آتی ہے۔ اور  
پاڑ بیٹھ جاتی ہے، اپنی پرالی محبت کی یاد دلاتی ہے، کوئی کام نہیں کرے جائے اس کی طرف زیادہ توجہ  
نہیں دیتے۔ اس پرستی کیتی ہے، تم کچھ بھی کرو۔ میں جانتی ہوں کہ آج کی  
تم زیادگا پسند ہمال میں پھنسنا نے کی کوشش کر رہے ہوں، مگر وہ نہ مانتے تابریزی آنے والیں  
لختی ہی دیر کے بعد «بلدی پس جی، ہر دیپ بھی گیت بنانے والوں کا شہر آتا ہے۔ اور  
وہیں گاٹنے دے کر زیلا جاتا ہے۔ کامے پالو سے اپنے میر کے ساتھی، دکھ دیتے ہیں، اور  
منی بھی سے کہتے ہیں کہ وہ بلدی شیکر کے ڈرامہ روپیوں جیسے کوئی پل دکھانے اور دل فرست  
کرنے والے میں رنگ دستے تاکہ رہبریوں شروع کی جائیں۔

\* \* \* \* \*

حکیم (السیفی) ۱۷۶۰ م ۱۹۵۰ء

بہت سے اکلائی مجھ ہیں۔ منی بھی ان کو ان کے پاس ہے، میں کہتے ہیں۔

آرٹسٹ ہے، ایک نظر میں پہاڑ اور دیکھتے ہیں تو سخت تھیں جو نئے ہیں اور وہ میرے بیوی کا  
کاڑھا سے ہے۔ بُرُو ہنپل، ہم یہ پاہست کرنے کے لئے تیار نہیں۔» پریم اور جیتا بھی  
انکار کر رہے ہیں۔ نشی پیچارہ مجھ سے ہے کیونکہ بالکل کو حکم ہی الیسا ہے۔ اتنے ہیں کافی لے بالو  
آنے ہیں جب ان کو معلوم ہوتا ہے کہ آرٹسٹ کا نکر ہیں تو وہ سب کو دھکی دیتے ہیں۔ قمر نے  
انکار کر رہے ہیں اگر قفارہ کروں گا کہاں ہیں۔ کلاں کو بعد کوئی عاشقیہ دل رام سنہن کھیدا جا سکتا۔ اب  
وہ زندگی کو پیر راجھا سے لفڑت کر سے گی۔ فراہ نیزی کی اداوس پر پھیکا رکھیں گا، نیزی  
اس کاٹی گئی شیلی کے پیچھے نیلوں ہیں، بیوانہ وادیوں پھر سے گا۔ اور وہ میرے بیوی  
سے اور وہیوں سے لفڑت کا انہما کر سے گی۔۔۔ جپورہ سل شروع ہو، دریا مل، شروع  
ہوئی ہے۔ وہ سینہ شروع ہوا ہے بہناس اور وہیوں کی بالکنی کے پیچے اکھ محبت کا  
گھیت گاتا ہے اور اسی کے ہن کی تولیت کرتا ہے مگر اس نئے ڈر لش ہیں، اعلیٰ نظر کے  
بالکل برعکس اور دیوپوریٹ، سے اور پیویٹ، وہیوں سے لفڑت کا انہما کر سے ہے بہنسہ رہی  
تند و قیفر القاطیں۔۔۔ پریم اور جیتا قہر و دلنشیز ہیں جان اور پیش اور میزا و جو پیٹ  
ہیں کہ ایک دوسرا سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔۔۔ کافی ہے بالد مسکن اناہ تھا ہے  
وہ اسی عرض خوش ہے کہ نام زندگی ہیوں نہ ہی اسی سیٹھ ہی پر۔ پریم اور جیتا ایک دوسرا  
سے ملنگوں وہ حکم دیتا ہے کہ کہاں کم ایکسا دو فدرہ سل کا جائے۔

تھیٹر رہاں)

تھائیوں نے ہال کچا پکھ بھرا ہے۔

سادھن

ایٹھ کے اندر — ونگز کے پاس

سین شروع ہوئے میں صرف ایک منٹ باقی ہے کاٹے بیلو، پریم، ہیما، سینتی اور درجے  
سب کھڑے ہیں کاٹے بل جب، ایک طرف پہنچتے ہیں تو پریم، ہیما کے کان میں کتا ہے "ہیا تم  
پکھ تکریز کرو — مجھے ایک تیکیب سوچی ہے۔

ہیا۔ درجنی زبان میں کیا؟

پریم اس کے کان میں کچکتا ہے ہیا سکراتی ہے اس کے بعد پریم دوڑ کر  
سازندوں کے پاس جاتا ہے اور ان کے تنسل کے کان میں کچکتا ہے وہ بھی سکر لاتا ہے  
اتھے میں کاٹے پار اشارہ کرتا ہے کہ سب اپنی اپنی پکھ پہنچ جائیں۔

تھیٹر — ہال

پٹا خچپوٹا ہے سب پر داشتنا ہے — ہیا، بولیٹ کے لباس میں

شہزادی پر کھڑا ہے — نیچے باغ میں رو سیوا تھے میں بر بطر نے آہستہ آہستہ  
آہتا ہے دلوں میں مکالہ شروع ہوتا ہے انداز دیتی ہیں۔ تیز قند لفترت سے بھرے  
ہوئے مگر دلوں اپنے مکالوں کو بہت نرم دنمازگ ک اور محبت بھرے انداز میں ادا  
کرتے ہیں۔ موسمی ساتھ دیتی ہے — سخنے والے الفاظ بھول جاتے ہیں، اٹھیں  
بھی گناہ ہے جیسے دوفوں محبت کر رہے ہیں بہب دو گانہ شروع ہوتا ہے تو اس سب کو ہم  
وھن اور ادا یا گانہ ادا کی ورثتی کو اپنے ساتھ پہنچانے جاتی ہے — لوگ بہن لمحظ  
بوستہ ہیں۔ مگر کامے بالو جل صحن جاتا ہے اور ایک دم پر دگردی نہ کر دیتا ہے  
پر دو گزنا ہے لوگ شور مچا شروع کر دیتے ہیں مگر کامے بالو اس شور کی پردازیں نہ رتے  
اور پریم، زیما اور میوزک ڈائیکیڈ کو اپنے کمرے میں طلب کرتا ہے۔

×      ×      ×      ×      ×      ×

### کامے بالو کا آفس

کامے بالو، پریم، زیما اور میوزک، ڈائیکیڈ کے بیان لیتیا چاہتے ہیں مگر اون ہیں سے  
کوئی بھی کامے بالو کے سوالوں پا براپ نہیں دیتا آخر میں وہ دہنکی دیتے ہیں، کر دو  
تینوں کو اپنی کپنی سے نکال دیں گے اس پرستی کہتی ہے کہ یہ شرارت اسی لیتی کی ہے یہ  
سختہ سبی کامے بالو اس کے منڈ پر ہٹردار تھے ہیں مگر دو ہنریب مہنتی رہتے۔ یہ پریم سے  
یہ برداشت نہیں ہوتا چنانچہ دو اپنے جرم کا مقابل کر لیتے ہیں کامے بالو اس کا بیان سن

کہ اسے اپنی کپنی سے باہر نکال دیتے ہیں ہمیا کہتی ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے مگر  
کامے بالذہبیں مانتے اس، لئے کہ کپنی کے ساتھ اس کا یقین بر س کا معاملہ ہے سینتی بہت شدید  
سمجھتیں، کہ قیمتی ہے مگر کامے بالذہبیں بیچتا — پریم ول برداشتہ ہو کر  
وابس سے پلا جاتا ہے — ہمیا کامے بالذہبیں بھر آتا ہے وہ بے مضموم ہو جاتی  
ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر کامے بالذہبیں سے ہمیا کو یہن خیردار "تم رویتی۔ — نجت  
کے آنسو ہمیا ناشیت ہے، — سینتی ہمیا کو کہ کہ باہر پلی جاتی ہے۔

X      X      X      X      X      X      X      X

### بانغ۔

چاندنی رات ہے — مضموم ہمیا تو فوارے کے پاس بیٹھا دیتی ہے  
اور کہتی ابھی پریم ہمیا ہو گا — اپنا سامان و نیزہ تیار کرتا ہو گا۔ میں اسے  
لاتی ہوں۔ یہ کہ کہ وہ چلی جاتی ہے۔

X      X      X      X      X      X      X      X

### پریم کا کمرہ

پریم اپنا غنٹہ سامان لے کر باہر نکل رہا ہے سینقا اس سے ملتی ہے اور کہتی  
ہے پلوٹیں ہمیا بارہی ہے — اس پر پریم کرتا ہے "لیکن سینتی الیسی ٹانقات کا کیا

فائدہ جب میرے پاس چوت کے ان طائفیں — اگر میرے اسی میں ہونا۔  
 اگر میرے پاس ووست ہوئی تو آج رخصت ہوتے و قدمیں ایک ایسا  
 گھانا کتا کہ ساری دنیا کا نپ اٹتی — مگر کیا کمر وہ مجبور ہوں — پہلے  
 میں سمجھا کتنا سخا کر ان پھاندر سناروں پر کسی کا قبضہ نہیں — تدمی کے سنتے  
 ہوئے پانی میں سورج کے دو بے ہوئے نظر سے غریب سے غریب بھی اپنا دل خوش کر  
 سکتا ہے۔ مگر اب مسلم ہوابے کرنہیں — صرف وہی ان چیزوں کا لطف اٹھا سکتے ہیں  
 جو پڑھیں — جو ہوشیار ہیں جو میرا دل کال کرا پہنچوں میں ڈال سکتے ہیں۔

سینتی پریم کو ہیجا کہے پاس میں جاتی ہے پریم خاموش کھوارتا ہے، سینتی پلی  
 جاتی ہے — چند نہات تک سہا اور پریم و دونوں پتھر کی سورتیاں بننے پاس پاس ٹیکے  
 رہتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے، آنہر پریم اسی کے کھلتا ہے۔ ہیا، میں چاہتا ہوں وہ اس  
 وقت تم مجھ سے کیے اللائل سننے کے سے ترک پڑی ہو — اور یہ تم بھی جانتی  
 ہو کہ میں اس وقت تھماری آنکھوں میں آش و لکھنے کا خواہش مند ہوں کیونکہ ایک دنہر  
 سے جدا ہو رہے ہیں، ایک بیان تھماری آنکھیں روکتی ہیں نہ میرا زبان پر الوداع آئتی ہے  
 اس کے کر چوت کے آشوں اور چوت کے لفظوں پر نزول ہے — راشن کار فریبی  
 جیب میں پڑے ہے — وہاں میں بڑی خوشی اور غمی کے ہزار دلگیت موجود ہیں  
 مگر وہ بنا رہے یہ نہیں — مم اہنہ استعمال نہیں کر سکتے — اس نے کہ

پریم اگر بست کا ایک گیت نہ چاہئے تو وہ جو رسون سے جھوٹی بست کرنا چاہئے ہے میں  
صرف نہ سے کر سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں ہمیا۔ زندہ رہا اور مجتہ پر سے  
پر پابندی اٹھو گئی تو تم دیکھو گی کہ ہیرا ول خون کے آش روئے گا۔

ہمیا! پریم۔ ہیری، ہمکیس روتا چاہئی یہیں بجے گھیں سے دو آشولا دو۔

پریم: - ہمیا، دینا کی آنکھیں آش روئیں ہیں کہاں سے لاویں۔

یہ کمر رخصت نے بخیر چلا جاتا ہے۔ اتنے میں سنتی دوڑتی ہوئی آتی ہے اور

ہمیا سے پہلی پتی ہے، "کہا گیں پریم"۔

ہمیا! پہلائی۔

سنتی: - ہمیا کو ایک کاغذ فرے کر، اسیں نہار سے نہیں یہ گیت لانی ہو گاؤ  
ہمیا کا غصہ پڑھ کر کہا ناٹرے کرنے کے لئے ہے۔

پریم: چوکر بارہا سختا گاہا سسن کر رک جاتا ہے۔ اور ہمیا کے پاس آتا ہے سنتی اس کو  
بھی ایکس کا غذہ بیتی ہے اب دوپون میں ڈوٹ شروع ہوتا ہے یہ ستم ہونے کے بعد وہ نہ  
سنتی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اس کے بعد تینوں مل کر یہ مشورہ کرتے ہیں کہ ہمیا تیندر  
پھوڑ کر علی ہمارے دوپون کر آزدرا رانت پریم آئے۔ ہمیا تیار رہے گی وہا سے کر  
کہیں دوسرے چلا جائے ہمیا اون جاتی ہے۔ یہ غزدہ بننے کے بعد پھر ایک دوسرے سے  
بست بنسیں کو سکیں مگر ہمیا ان رہنے سے تو وہ زندگی لا کھ درجے اپنی ہو گی"۔

جب پورا فیصلہ ہو جاتا ہے تو پریم پڑا جاتا ہے — یہ آخری باتیں کہاں پڑا  
جاکیک طرف چھپ کر کھڑا تھا۔ سن لیتا ہے اور سکرتا ہے۔

X      X      X      X      X      X      X      X      X

X      X      X      X      X      X      X      X      X

### ڈاکٹر کا مطلب

بڑا پر نام چھوٹا مگر وڈا گریاں غیر فتحت ہوں، اتنی کہڑی ہی نہ بایس۔ کامے با بو  
کامیں آتے ہیں اور انہوں داخل ہوتے ہیں۔

X      X      X      X      X      X      X      X

### مطلب کے اندھے۔

کامے با بو کے داخل ہوتے ہیں ڈاکٹران سے پوچھتا ہے کیسے کیسے تشریف  
لے کامے با بو — کسی دوسری رژکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہے۔

کامے با بو: — جیساں۔

ڈاکٹر۔ مگر قصہ یہ ہے کہ جنگ کے باعث بہت سی دوائیں کمزور ہو گئی ہیں، اب  
یہ آپ کی ہونے والی ہی کو صرف ایک روز تک۔ ہر شرکہ مکون گاہ ہر مطلب یہ ہے  
کو صرف بارہ گھنٹے تک آپ جو چاہیں کے وہ کر سے گئی۔ آپ لا حکم مشیر کی طرح مانند ہے گی

اس سے زیاد وقف کے نہ ہیں۔

کام سے بابو ایک روز کافی ہے۔

ڈاکٹر:- سوچ یہ ہے۔ ایک روز میں آپ کام ہو جائیں گا۔ نا۔

کام سے بابو:- جی اس۔

ڈاکٹر:- تو چھے۔

ڈاکٹر گیت انٹا کر کام سے بابو کے ساتھ چلتا ہے۔

X      X      X      X      X      X

### مختصر — رسالتِ روم

کام سے بابو ڈاکٹر سبیت اندر داخل ہوتے ہیں اور ہو گکہ وہاں جنتے ان سے کہنے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ٹیکہ لگانے کے لئے آتے ہیں۔ کیونکہ شہر میں ہمیشہ پہلے رہا ہے۔ پہلی سینتی کو کایا جاتا ہے جب ہیما کی باری آتی ہے تو ڈاکٹر ٹپڑی پلاکی سے شیشی بدلت کر دوسرویں شیشی سے دوبارہ تراہے اور ہیما کے انگلکش انگل دینا ہے۔

کام سے بابو گھر میں وقت دیکھتا ہے۔ — شام کے چار بجیں — انگلکش کے کر جب باہر نلاق ہے آدمی اس سے کہتی ہے۔ میں باندھ سکتا ہو۔ سے لئے پکھچیزیں لینے پار ہی ہوں — میں سے پریم کو بھی ساتھ لیتے آؤں گی — تم رات کے دوسرا بجے

بالکل تیار رہتا۔ پریم نہیں آواز ور سے کہ بلاتے گا فنگ کھڑکی کے پاس رہتا۔

x      x      x      x      x      x      x      x      x

x      x      x      x      x      x      x      x      x

باعث۔

مات کے دس بجتے ہیں۔ سینتی اور پریم آہستہ آہستہ کھڑکی کے سچے آتے ہیں  
سینتی پریم سے کہتی ہے ۔ تم اسے آواز دے کر بلاو۔ میں گاڑی کے پاس کھڑی رہتی  
ہوں۔ یہ کہ کرو جانی جاتی ہے۔ پریم آہستہ سے ہیا کا نام پیدا ہے جب کوئی نہیں بولتا  
تو وہ آواز ور سے آواز دیتا ہے۔ کھڑکی کا پروہنہ ہوتا ہے۔ ہیا نہ دوسروں کے  
اور پوچھتی ہے (کوئی)

پریم ہے۔ میں۔ پریم ہو۔

ہیا۔ سینتی نہیں آؤں گی۔

پریم رہیت نہ ہو جوکہ ہیا میں ہوں۔ پریم۔

x      x      x      x      x      x      x      x

اوپر کمر سے میں

ہیا کھڑکی میں کھڑی ہے اس کے پاس ہی کالے بالوں بیٹھے ہیں۔ ہیا بڑی بڑی ہے پریم

پریم۔ بیو، جاتی ہوں۔

کا لے بایو، سینیں نہیں۔ وہ نہیں مارڈا لے گا۔

ہمیا، (پریم سے ڈر کر) تمہیں مارڈا لوں گا۔ کیونی باقی کرنے پر تو تم ہمیا۔

ہمیا، اکا لے بایو کی طرف دیکھتی ہے،

کا لے بایو، اس سے کوہ جب تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتے تو یعنی تمہارے ساتھ اُکر

اپنی زندگی کیوں خوب کرو۔ بیو کا لے بایو سے کل شادی کر جائیوں۔

ہمیا، (پریم سے) جب تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتے تو تمہارے ساتھ اُکر انہیں ملگی

کیوں خراب کرو، رہیں ۔ ۔ ۔ ۔

پریم، لیکن تمہیں کیا ہو گیا ہے بیو۔

کا لے بایو، نئے کچھ نہیں ہوا۔ بیو نے سوچا ہے اور اس نئی پرستی پر سکپتی ہوں کہ  
تمہارے ساتھ تکل جانا یہ واقعی ہے۔ کا لے بایو کیسے بھی ہوں، لیکن وہ مجھے میری خواہش  
کی ہوں جیسا کہ وہ سکتے ہیں۔ بچہ بڑا اسے جھوول جاؤ اور مجھے رہاں کر دو۔

ہمیا، کا لے بایو کے انداز میں وطن درہافتی ہے۔ پریم کو محبت صدر پر ہونی یہے وہ  
کچھ اور کتنا پاہنچا ہے کہ ہمیا۔ کا لے بایو کے کئے پر کھڑک، بندک ویغی ہے۔ کا لے بایو اسے نباش  
دے کر کتنا ہے کہ سو جاؤ۔ جب وہ دیکھ جاتی ہے تو کا لے بایو اپر تکل جاتا ہے۔

کمرے کے باہر

باہر فٹل کر کا لے بانو پانڈو نگتی تھی اور اس سے پوچھتا ہے۔ ۔۔۔۔۔

دیوی کا کچھ تپہ جلانا

پانڈو نگاہ۔ ۔۔۔۔۔

کا لے بانو کرن ہیں۔

پانڈو نگ، باش کے باہر میکی کے پاس کھڑے ہیں۔

کا لے بانو جلدی بھاگو۔ اس سے پہلے کوہ پریم سے کوئی بات کر سکے

اے میکی میں شیخا کر لے باؤ اور کہیں تید کرو۔

سچھے جلدی کرو اسپا۔

پانڈو نگ دوڑتا ہے۔

۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

باش کے باہر

میکی کھڑی ہے اس کے پاس میتھی پریم اور میکا کا انتشار کر رہی ہے۔۔۔۔۔

کے بعد پریم آتا ہے گمراہ کی ساتھ نیکا نہیں۔ میتھی کھیر کا پوچھتی ہے۔۔۔۔۔

ہیا کیوں نہیں آئی۔ ۔۔۔۔۔

پریم، وہ نہیں آئے گی۔

سینتی : - کیوں ہے

پریم : - وہ آنا نہیں پتا ہے تھی ۔

سینتی : - ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ۔

پریم : - کچھ بھی ہو جی جائیگا تباہ ۔

سینتی : - آخر کیا ہوا ۔

پریم : - اس نے صاف، صاف، بھت سندھ دیا ہے کہ سوچنے پر میں یہاں نکل پہنچی ہوں کہ تمہارے ساتھ بھاگ لکھنا ہے و تو فی ہے کا لے بالو کیسے بھی ہوں لیکن ود بھجے میری خواہش کی ہر چیز تو لا کر دے سکتے ہیں ۔

سینتی : - میں بھگنے کی ہوں اس کا مطلب ۔

پریم : - نہیں سینتی — اس نے مجھ سے زیاد کہا، جب تم مجھ سے جوست ہیں کر سکتے تو میں تمہارے ساتھ اکار پہنچنے لگی کیوں خراب کر دیں ۔ وہ کل اس سے شادی کر رہی ہے ۔

سینتی : - جھوٹ ۔ یا انکل جھوٹ ۔ یہیں سب بکھر گئی ہوں ۔ میرے ساتھ بھی اس نے فریب کیا تھا ۔ میرے ساتھ بھی اس نے اسی طرح شادی کی تھی ۔ ویکھو تم فوراً پولیس میں روپرٹ کھواؤ کر کاٹے بالوز بروں ستر ہیجا سے شادی کر رہا ہے ابھی بھاڑا بھی ۔ لیکن ویکھو کل ۔ کتنے بچے ؟ ۔ ہاں کل

شام کو چار بجے کے بعد تک مقدمے کو روک کر رکھنا — کوشش کرنے کو مقرر  
پہنچا رہے تھے کہ پانچ بجے جاؤں ۔ — تم ضرور بیت جاؤ گے ۔  
پریم : — یعنی ۔

سینئر، پریم کے کام میں کام سے باہر کا راستہ تھے کہ نے بڑھتا ہی پا رہتی ہے  
کو ایک دم میکسی میں سے ایک۔ مقبول ہاتھ انکھا ہے، جو اسے کھینچ کر اندر لے جاتا ہے  
پریم دمکھنا رہ جاتا ہے، لیکن یہ جاؤ ہے ۔

پریم مخواہی دیر رہ جاتا ہے نیک کرے، آخر وہ یہی فیصلہ کرتا رہے کہ پوچھیں  
اسٹیشن جائے ۔

\* \* \* \* \*

پوچھیں اٹھیں۔

پریم : — روپرٹ لکھوٹا چاہتا ہے کہ کام سے باہر نلاں نلاں سختی کے مالک  
ہیں ہیا نام کی ایک اکبری میں سے زبردستی شادی کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر پوچھ لیکر  
اور سب، اسٹیکٹر سب ہنسنے لیو ۔

سب اسٹیکٹر ہے۔ اکبری میں اور اس سے زبردستی شادی۔ — تباہ ادمان  
توہینیں پلی گی ۔ — اکبری میں توہنیں بچہ سرتیہ شادی کر قی ہیں اور پہ مرتبہ ہی  
طلاق لیتی ہیں ۔

پریم ان کو بہت سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ اس ایکٹریں ایک جی نہیں ہوتیں۔ ہبہ بیٹ ہی شریں لڑکی ہے۔ مگر اس غریب کی کوئی نہیں سنتا پوس کا ایک آدمی اس دوڑاں نیں اس سے پوچھتا ہے «کیا تم تو اس سے محبت نہیں کرتے؟»

پریم:— دُور کر، جی نہیں۔

انسپکٹر:— اپنا راشن کارڈ نکال کر دکھا و۔

پریم:— راشن کارڈ نکال کر دینا ہے۔

انسپکٹر:— نہیں اسدرنے ابھی تک اپنائیونٹ استھان ہمیں کی۔

بہت دیر تک پریم ان کی منت سماجت کرتا ہے اور انہیں یقین دلانا یہ کہ مژو روکا سے بالو اس لڑکی سے تاباہ نہ دباو وال کرشادی پر آمادہ کیا ہے ورنہ وہ تو اس سے سخت نفرت کرتی ہے۔ آپ ایک دفعا سے پکڑ کر عدالت میں تو پیش کیجئے۔ پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ پھر وہ سینتی کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح کا سے بالو کے ادمی اسے پکڑ کر لے گئے اب فدالپوس والے متوجہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس سے کہا جاتا ہے کہ وہ ساری رات پوس چوکی ہیں رہیے جسیں جبکہ شادی ہونے والی ہو گئی تو وہ اس کے ساتھ پیلیں گئے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ ساتھ والے کہتے ہیں جاکہ سوچ جاتے۔

ایک سپاہی اس کے ساتھ چلتا ہے۔

x      x      x      x      x      x      x      x

حوالہت کے ساتھ والا کہہ

پاہی پر یہ کو اس کمرے میں چوڑ کر چلا جاتا ہے اور باہر سے دروازہ بند کر دیتا  
ہے اب یہاڑہ اس کمرے میں قید ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ملائخوں کے پیچے ایک گرم  
منودانہ ہوتا ہے؛ وہ پر یہم سے ادٹ بلانگ باقی کرتا ہے اور اس سے پہنچتا ہے کہ  
فرست کھاس میں اس سے کیسے جگہ مل گئی۔ پر یہم اس سے دریافت کرتا ہے تو تم یہاں  
کیسے آئے؟

جمرم :- عشق کی جگہ ریاں لاچاریاں — راشن کارڈیں آدمیوں کا  
میں نے فریز ہایونٹ عشق ریا دیا — لیس دہر لینا کیا۔

پر یہم :- اب کیا کرو گے۔

جمرم :- عشق اور کیا — عورت نہیں ملے گی قوت ملے — من زبانی عشق  
کرنے سے تو کوئی نہیں روکے گا۔ اب دیکھو یہاں کون سا کشڑوں ہے — میں تم  
ہی سے ششیں کروں گا۔

پر یہم :- مجھ سے؟

جمرم :- درو نہیں — میں یہاں در سے یہ سمجھوں گا کہ تم ہو در ہو۔  
یہاں بمار سے ملک میں گورنمنٹ کی مردوں کے وہ میان چھیڑا ہے کہ دیوار کھڑا ہے  
تو پہنچا بھی یہاں اور بخوبی نہیں — تم درو نہیں — ہیں نہیں ایک گھانستا

ہم تو یہ ہیں۔ نے کالی مارکیٹ سے لیا ہے۔ سفید مارکیٹ سے ۔۔۔ بھائیوں سے نکالا ہے  
وہ اس پر بات تحریکتی ہے، اس اسی مارکیٹ سے ۔۔۔

### دوسرے ۔۔۔

یہ کہ کر گیت ٹھاٹا شروع کر دیتا ہے۔ جو بالکل پریم کے حسب حال ہے۔

نکانہ نہم بڑتا ہے تو جرم ہوتا ہوا ایک طرف بڑ جاتا ہے۔۔۔ پریم خاموش  
پڑ پر بیٹھ جاتا ہے اور سوچ میں غرق ہو جاتا ہے۔۔۔

x x x x x x x x x x

x x x x x x x x x x

### سینئر دا اسٹیج

بہت سے لوگ جمع ہیں۔۔۔ کامے باپو سے ہمچاکی شادی والی ہے۔۔۔  
پڑھت اسی تک ہمیں آئے کامے بالو جلدی جلد ہی پنڈتوں کامیک اپ کرنے کے لئے  
کہتے ہیں تاکہ یہ قصہ جلد نہ ہو۔۔۔ پھر وہ پانڈو رنگ سے پوچھتے ہیں کہ سینئر محفوظ طرح  
تید ہے تا ہ۔۔۔ پانڈو رنگ جواب دیتا ہے رجی ہاں، دو تین اکوئی پہرے

پر بیٹھے ہیں۔۔۔

کٹ کر کے ہم دکھاتے ہیں کہ سنتی ایک دو درواز مقام پر ایک انہیں کو ٹھہری میں بند ہے باہر کے باہر کے تین آنے پھر بھی ہیں وہ ان لوگوں کی سبتوں نسبتیں سماجن کرق ہے کہ اسے چھوڑ دیں انہیں کے وال پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

### تھیہڑا سیچ

دولہا، دولہن بالکل تیار ہیں۔ کچنی کے اڑشت پنڈتوں کا ایک اپ کہ کھے آتے ہیں۔

### پولیس اسٹیشن۔

کٹ کر کے ہم دکھاتے ہیں کہ پریم پنچ پر سورہا ہے۔ برم سانوں کے عقب میں شوداد ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے اب اٹھ بھیو میری جان اس پریم پر بڑک رکھتا ہے اور دروازے پر دنک دیتا ہے۔ سخوں میں دیر بعد دروازہ کھلتا ہے اور ایک دیا پاہی اس سے پوچھتا ہے ”گون مو تم؟“۔ پریم جواب دینے کے موڑ میں کھاں ہے زمطم کیا کیا کہتا ہے۔ قریب ہے کہ اسے اپس وائے حوالات میں بند کر دیں کچھ انسپکٹر کو ڈیلوی پر نہیں اور صراحتا ہے اور غریب پریم کی خلاصی ہوتی ہے۔

پریم انسپکٹر کو رات نا دعوہ یا دلاتا ہے۔ بڑی مشکل کے بعد انسپکٹر جانے پر راضی ہوتا ہے لیکن منکانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

× × × × × ×

تھیٹر دیسٹریکٹ

پردہ اٹھتا ہے — بھوم تالیاں بیاتا ہے — منشی جی آگے بڑھ کر خامزین سے کہتے ہیں معزز حضرات — آج آپ کو مکٹ کے بغیر بیان دعوت دی گئی ہے اس لئے کہ تھیٹر کے مالک جنابہ کا نے باولی شادی مشہور عالم اکیڈمی پر ہی جمال، تحریرہ ہیما دیلوی سے ہو۔ ہی ہے —

بھوم شور چانا شروع کر دیتا ہے کہ نہیں ہیما کی شادی پریم سے ہو فی چاہئے کا نے باولی شور کی پیدا نہیں کرتے اور پریم توں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنا کام شروع کریں — تھور شور بہر پا جاتا ہے قریب ہے کہ ہیما اور کا نے باولی کے رسم پورہ ہو جائے کہ ایک دم آجی پر پولیس کے سپاہی نہدار ہوتے ہیں اور شادی روک دی جاتی ہے، جب انسپکٹر کے ساتھ پریم ایسٹچ پر آتا ہے تو بھوم تالیاں بگانہ شروع کر دیتا ہے لوگ بیک آواز پڑاتے ہیں ہیما دیلوی کی شادی پریم سے ہوئی چاہئے — پردہ گرد دیا جاتا ہے کا نے باولی اور پریم تھراستہ ہیں لے لئے جاتے ہیں — انسپکٹر، ہیما سے پوچھتا ہے کہ یہاں

ایک زیر و سقی تم سے شادی کر رہے تھے ۔ ہمچوں پڑا بس مہین، ورنی اور منکر  
ملکہ پر یہم کامنہ و بکھری رہتی ہے ۔ انسپکٹر اخ پریم سے کہتا ہے "آج شام  
کوئی بچے کسری و رکاف F LOVE اعلان نہ کی جائے، میں یہ تقدیر  
پیشی پوچھا ۔

تمہاری حاضری نظر دیتی ہے ۔

گھنٹہ گھنٹہ ۔

گھنٹاں تین بجا تائیں ۔

گھنٹوں آنڈوور ۷۷۷۷ کی خداستگی  
خداوند کی گھنٹی بیرون بجا تی ہے ۔ کرسی عدالت کے دلوں طرف کیوپہ  
کے بت موئی ڈنگروں میں بکڑے سے ہوئے ہیں ان کے انبیاء ایک سہیتہ براں  
ہے جس پر فاذن کی موئی مٹوئی کتابیں وصری ہیں ۔ چڑا سی دغیرہ سب جوان  
عورتیں ہیں جن کے پاؤں میں گھنٹہ دربند ہے ہیں ۔ لگل بجا آئیں اور دروازے  
میں ہے کسری و رکاف یعنی ناظم محبت ایک شان کے ساتھ وار رہوئے ہیں ان کے لباس  
پر ہر جگہ لپ اٹک لگے ہوئے تو نہیں سے نشان ثابت ہیں جب یہ کرسی پر بٹھتے ہیں تو چڑا سی

وڑکیاں توڑ سے ہیتی ہو میں ان کے سامنے رکھ دیتی ہیں۔ آپ صوفی اواز میں سکھ دیتے ہیں  
”کارروائی مژد و عز“ یہ کہہ کر وہ تالی بجا تھے ہیں۔

سامنا دروازہ کھلتا ہے ایک پورا اور کشٹرا اندھرا خل ہوتا ہے اور کرسیوں پر  
بیٹھ جاتا ہے۔ ووسری و فخر تالی بجا تھے ہیں تو ایک بھی دروازے سے ملزم یعنی کھل کر باہر  
اندھیرے سے دروازے بیبا سرچھکا سے اندر آتی ہے یہ دونوں گئنے سامنے کبڑوں  
ہیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پر یہم بھی ایک طرف بیٹھ جاتا ہے کنڑوں رہ صاحب! النکھڑے  
کھتے ہیں کروہ مقدارے کی تھقر و نداوبیان کرے۔ الپکھڑا کشڑا کی طرف دیکھتا  
ہے اور کھتا ہے ”دوسرا کالا“، یہ کہہ کروہ گلاماف کرتا ہے اور اپنی رپورٹ لگا کر  
ستا ہے۔ اس کے بعد پر یہم کو حکم دیا جاتا ہے کروہ اپنابیان دے۔ پر یہم بھی  
اپنابیان لگا کر دینتا ہے۔ بہت خوش الحان ہے اس نے کنڑوں رہ صاحب خوش  
ہوتے ہیں اس کے بعد کنڑوں رہ صاحب بیبا سے کہیے ہیں کروہ اپنابیان دے۔ لگردہ  
خاموش۔ بھتی پے مبدیوں پر تھاپ دہنی جاتی ہے بار مریم بجا تے ہیں خود کنڑوں رہ صاحب  
لگاتے ہیں مگر بیبا خاموش بست بھتی رہتی ہے۔ کھڑکی میں موافق بجھ رہے ہیں کامے بیا لو  
پر ایشان ہیں بیکن پر بخوش ہے۔

X X Z L X X X

اندھیرے کو خوشی۔

سینتی اپنی گھری و گھبٹی ہے اور سخت بے قرار ہو جاتی ہے۔ جب میں ہاتھ دالتی ہے تو ان گھتوں کے کاغذ نکلتے ہیں جو اس نے کامے پا لو کے بیڑ سے جوانے نہیں۔ ایک کاغذ نکالتی ہے اور کام اشروع کر دیتی ہے۔

X X X X X X X X

”یہ گیت نہیں تمہارے دلوں کی وہ طرک ہے کیا تم اسے پہچانتے نہیں؟ اور ہو، انہوں دوست ہے جو سرایہ طاری تھے تیسیں دھوک دے کر تم سے کوڑیوں کے وام خرید لی۔“

پھر داراس کی آواز سے محروم ہوتے ہیں اور دروازہ کھول دیتے ہیں وہ ان کے کہقی ہے ”اوچیں، تم اتنے اچھے آدی ہو۔ آؤ، اپنی زندگی میں ایک اچھا کام کرو۔“

تینوں پھرہ داراس پر بجان بھپور کرنے کے لئے نیاز ہوتے ہیں۔

X X X X X X X X

ڈاکڑ کا مطلب۔

سینتی پھرہ داروں سینتی اندر داخل ہوئی ہے جب سینتی اس سے وہ روا طلب کرتی ہے جو آدی کو کچھ عرض کرنے لئے یہ ہوش کو سکتی ہے تو ڈاکڑ انکا مکرو ہو جاتا ہے اس دو اکا الجلسن تم مجھے بھی لگاچکے ہواب تجویٹ کیوں بولتے ہو۔

جب و اکثر رعب ڈالنے کی کو سلسلہ کرنا ہے تو تمیوں پھرہ دا اس کی خوب گت بناتے  
ہیں۔ ممکنہ فوراً او انکاں کران کے ساتھ پہنچنے کو تیار ہو جاتا ہے سارہ ٹھیک نہ  
پہنچے ہیں۔

X      X      X      X      X      X

ڈیکٹر کے مطلب کے باہر۔

سب جلدی جلدی سوڑ میں پہنچنے ہی وہ رہیت ہے مگر حفاظتی دوڑ چل کر ہی  
اس کا انحراف، خرابی ہو جاتا ہے۔ سینئی سخت پریشان ہوتی ہے۔

X      X      X      X      X      X      X

کمپریٹر آف اودھ کی عدالت

چار بجے ہیں جیس منٹ رہتے ہیں۔ ہیاکی زبان کھونے ہیں  
عدالت کی سب کوشیں بیکار گئی ہیں۔ سونا چمک جاتی ہے۔ ست بجک اگر کمپریٹر  
صاحب کا لے بایو سے کہتے ہیں کہ وہ اپا سیان دے۔ کا لے بایا ایک گراموفون  
اٹھاتے ہیں۔ ایک پیر پر کو دیتے ہیں بیکار ڈین شروع ہوتا ہے کا لے بایا پہنچنے  
ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عدالت پیر ٹروں سے کہتی ہے کہ وہ اپنی  
بیٹھ شروع کریں۔ پیر شرپکے مال میں اپک درمر سے بیٹھ کرستے ہیں اتنا  
شور پتا ہے کہ کہاں پڑنی آواز سنائی نہیں دیتی۔ بیٹھ ختم ہوتی ہے تو کمپریٹر

لما حب پدرہ منٹ گئے تو سرے کمرے میں چلے جاتے ہیں ۔

سینتی موڑ بیٹھ کر لی بے اب وہ دُنگرا دریہ واروں سبست بیلی کی تیزی

کے ساتھ آ رہی ہے ۔

کنٹول را ف لو (۵۷۴) کی عدالت

چار بجئے میں پانچ منٹ باقی ہیں ۔ کنٹول صاحبِ شرف لا تے ہیں  
اوکٹرا کی طرف دیکھتے ہیں ساز بجئے لگتے ہیں کنٹول صاحب گاگر اپنا فیصلہ سناتے  
ہیں جوہا لے بالو کے حق میں ہوتا ہے گھٹری چار بیاق ہے ۔ ہیا کو ہوش آ جاتا ہے  
و پریم کی طرف دیکھتی ہے اور چلا قی ہے و پریم ۔ گر عدالت برخواست ہدپکی ہے ۔  
کا لے بالو سے کپڑکر ایک طرف نئے جاتے ہیں ۔ پریم سخت علم کے عالم میں  
عدالت سے باہر لکل جاتا ہے ۔

عدالت کے باہر ۔

کا لے بالو ہیا کو زیر و سر اپنی موڑ میں بٹھانے ہی والے ہیں کہ سینتی داکٹر  
اور بیگہ واروں سبست آن پنچی ہے اور شور پا نا شروع کروتی ہے بہت لوگ اکٹھے

نہ جاتے ہیں۔ ہیا سے اب ہوش آچکا ہے وہ بھی کامے باپو کی گفتگے  
ازاد ہونے کی کوشش کرتی ہے اتنے میں ہجوم کو پیرتے ہوئے کنڑوار صاحب آگے  
بڑھتے ہیں اور سینتی سے پوچھتے ہیں " یہاں کی دادالت کے سامنے کیا شوپیک رہا ہے  
سینتی ساری دادستان کنڑوار صاحب سے ہرجن کرتی ہے ڈاکٹر اور پیرہ داراس کی  
ہاں میں ہاں ملا تے ہیں یہ سک کنڑوار صاحب کو سخت لٹیش آتا ہے اور وہ بازار ہی  
ہیں کری منکار کر نہ دعا و رک نہیں کام انجام لتا تاہر ہے کہ ڈاکٹر ہر بادہ  
گھنٹے کے بعد اسے بے ہوشی کا انگلشن لٹا تاہر ہے اور یہ منوجو دہ برس نہ کجا رہی ہی  
ہجوم اس فیصلے پر بہت خوش ہوتا ہے — جب سینتی اور سماں کیلی رہ جاتی ہیں  
تو سینتی ہیا سے پوچھتی " پریم کہاں ہے "

ہیا جواب دیتی ہے " مجھے معلوم نہیں ۔ ۔ ۔ ।"

X X X X X X X

سمندر کا کنارہ ۔

مضوم اور شکست خورده پیغم خود کشی کرنے کی غرض سے سمندر میں چلانگ  
لگانا ہی چاہتا ہے کہ اپک سپاہی دوڑکا سے پکڑ لیتا ہے اور پوچھتا ہے  
وزیر تم کیا کر رہے ہو؟ "

پریم : اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہوں ۔

سپاہی، تھیں معلوم نہیں کہ موت پر کنٹروں چوگی ہے۔ اب کوئی بغیر اجازت نہیں مرسکتا۔ اسی اتنا میں ایک مریل آؤنی آتا ہے، سپاہی کو کاغذ کا ایک کھڑا دکھاتا ہے اور شاموٹی سے سندھ میں چھلانگ لگاتا ہے۔

سپاہی پریم کو کاغذ کا مکڑہ دکھاتے ہوئے، تھیں اگر منا ہے تو ایسی پریٹ لاو۔

پریم:- کہاں سے

سپاہی :- Death of Contrary مطابق کے آفس سے۔

پریم:- پریٹ یعنے کے لئے چلتا ہے۔

× × × × ×

کنٹروں اف دیتھ کا وفتر د باہر،

باہر ایک بہت لمبا کو، لگا ہے پریم بہت جلد می سزا چاہتا ہے چنانچہ وہ  
موت کے کئی امیدواروں سے الجایا کرنے والے کو وہ اسے اپنی بجدوں سے دیں مگر ان  
میں سے کوئی سمجھی راضی نہیں ہوتا، ایک سیکی کہتا ہے تھیں بہت جلد می ہے ہم قین روند  
سے بیان و صوب میں بل رہے ہیں دیڑھ بہیشہ ہوا جب ہم نے مرتبے کی درخواست  
دی کی تھی تم ابھی آئے ہو اور کچھ ہو کر سرنے کی اجازت مل جائے اصل میں جو بھی  
اکتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ اس کا دکھ نیواہ ہے اس کے لئے مرجانا بہت ضروری ہے  
منیں سا جتیں کر کے بہب پریم تھک جاتا ہے تو وہ باہر کر کرے چڑپا اسی کو

کو کچھ رسوئٹہ دیتا ہے جو اسے غور آہی وفت کے اندر بیچھ دیتا ہے ۔

X X X X X X X X

### کنڑول رآف ڈبیتھ کا دفتر (اندر)

پریم حامزہ ہوتا ہے ۔ اپنا حب انساب بیان کرتا ہے کنڑول رصاحب  
غور سے اس کی درخواست سننے ہیں اور بہت متاثر ہوتے ہیں مگر وہ مجیوں  
ہیں برخوردار تم جانتے ہو کہ بنگال میں دولا کھا اور فی مریچے ہیں اب اگر میں ہر دفعہ  
دینے والے کو مر نے کا پرم دیتا چلا جاؤں تو بتا وہیں تند اکیا جواب دوں گا  
تم خود غور کرو ۔ میں آئتا ہوں کہ تمہارے لئے مرا بہت ضروری ہے  
لیکن مجھے یہاں فرستاں اور مشتاب اٹو آباد نہیں کرنا ہیں ۔ جب پریم بہت پر  
در درخواست کرتا ہے تو کنڑول رصاحب کا دل پسپت ہے اور وہ شیئی فون اٹا  
کر ایک نہر گھاتے ہیں ۔ یلو ۔ یلو ۔ چھوٹا قبرستان ۔

X X X X X X X X

پہلو ٹا قبرستان ۔

قبرستان کا یتھر ۔ جی ہاں ۔ فرمائے ۔

X X X X X X X X

### کنڑول رآف ڈبیتھ (اندر)

کنزدولر:- میں کنزدولر اُنٹ ڈینچہ بدل رہا ہوں ۔۔۔۔۔ ایک آدمی کے لئے، *dates* مل سکتی ہے۔

میرجہ:- مبائی پھوڑائی آیا ہے۔

کنزدولر:- پریم سے، ہاؤپ کی لمبائی پھوڑائی۔

پریم:- دیاکٹ بک نکال کر، لمبائی پھوڑائی۔ ایک اپنے ۔۔۔۔۔ چھاتی سارے پھوڑیں اپنے۔

کنزدولر:- (میرجہ سے)، لمبائی پھوڑائی۔ ایک اپنے۔ چھاتی سارے پھوڑیں اپنے  
میرجہ:- معاف کیجئے گا۔ ہمارے پاس اس وقت صرف چار فٹ کے آدمی کے لئے جگہ خالی ہے۔

کنزدولر:- تینیک یودا رسپور کو کہ پریم سے مخاطب ہونا ہے، فتح انہیں  
کے کہ قبرستان میں صرف ایک چار فٹ کے آدمی کے لئے جگہ خالی ہے۔

پریم بالیوس ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک دم اسے جیال آ جاتا ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔  
میں ہندو ہوں جناب!

کنزدولر:- لا اوہ! اکہ کہ پھر ٹبیفون کر لئے ہیں لیکن مرگھٹ سے یہ جواب ملتا ہے، کہ فی الحال صرف چلا جائیں کے پچھے کو جلانے کے لئے این دھن موجود ہے۔

پریم اور زیادہ بالیوس ہو جاتا ہے۔ لیکن کنزدولر صاحب، یوں مسترد ہم دل ہیں دل میں

اس سے دعوہ کرتے ہیں کہ وہ دونتہ دن کے اندر اندرونگامی سفارش کر کے اس کی  
سوٹ کا انتظام کر دیں گے۔ پریم ان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور پلا جاتا ہے۔

X X X X X X

### کڑو رات ڈیتھ کا آمنی

بامہ نکھلنا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ عورتوں کے کیوں میں سینتی اور سماں کھڑی ہیں  
دو لوگوں پریم کو دیکھتی ہیں تو بہت خوش ہوتی ہیں ان کا سیاں نھاکر پریم سرچکا ہو گا چنانچہ  
وہ بھی سر نے کام پرست یعنی کے لئے آئی تھیں۔ جب سینتی پریم کو سارا فصل  
تناق ہے تو پریم بہت خوش ہوتا ہے سینتی کہتی ہے آواسی خوشی ہیں جو ہیں مگر کام  
ہے۔ سینتی اپنی حیپ میں سے کامے باہر کا ایک گیت نکلتی ہے اور سب کا نا  
شروع کرتے ہیں۔

X X X X X X

### ندی کنارے

تینوں یہ گیت الا پتے ہوئے ندی کنارے پہنچتے ہیں گیت ابھی ختم ہی نہیں  
ہوا تھا کہ ایک سپاہی درود۔

پریم: مگر کیوں؟

سپاہی: ہر کڑو دنات ڈیتھ نے آپ کے لئے خاص طور پر ایندھن منگالیا

ہے۔ پچھلے چتا بالکل نیا رہے۔

مگر پیریم اب بھائی کے لئے بیمار نہیں بھب وہ میں وحشت کرتا ہے تو پاہی اسے گرفتار کر لینا ہے اور اسے دفتر سے جاتا ہے۔

\* \* \* \* \*

کنڑا درافت دوپتھ کا آفسن۔

پیریم بہت نیشن سماجیت کرتا ہے کہ اس کی پرمٹ منسوخ کر دی جائے مگر کنڑا درعا حب نہیں مانتے کیونکہ انہوں کے بڑھی مشکلوں سے ایک ہزار آڑیوں کی درخواستیں مسترد کر کے اس کے لئے خاص طور پر ایک منگو ایسا فنا اب وہ کیسے اس کی پرمٹ کیسی کر سکتے ہیں۔ — ظاہر ہے کہ یہ خلاف قانون بھی ہے پھر انہوں وہ حکم دیتے ہیں کہ پاہی اسے مرگحت سے بچائیں اور اسے جلا دیا جاتے ہیں اور سینتی کچھ نہیں کر سکتیں اور خاموش رہتی ہیں۔

### مرگھٹ

لکڑا یاں جنی جاتی ہیں۔ پیریم یہا اور سینتی کو الجوانع کہتا ہے اور لکڑا یوں کے بستر پر پیٹ جاتا ہے س بردار پر لکڑا یاں رکھی جاتی ہیں اگر وکھانے ہی والے ہوتے ہیں لا ایک سپاہی بھاہو آتا ہے اور مرگھٹ کے میجر سے ہوتا ہے کہ اسیں ختم ہو۔

گئی ہے، سارے کمزور بھی نہ تھم ہو گئے ہیں۔

سینت اور ہیما کی جان بیس جان آتی ہے۔ دلوں بلکہ لکڑیاں ہٹائی ہیں، اندر پریم کو باہر نکالتی ہیں۔ تینوں خوش ہیں۔ محبت پر سے ہنڑوں اٹھ کیا ہے۔ سب مل گزنو کئی ناگیت الپا نشروع کرتے ہیں۔

x x x x x x x x

اس لیت جو عقب میں رکھے ہوئے ہم دکھاتے ہیں کہ بازاروں میں جہاں پہنچت کم کرنے کے پوشرٹ گئے تھے اب ان کی بجائے پوشرٹ جہاں کئے جا رہے ہیں۔ محبت کی کچھ کو محبت کرنے سے سخا نہ تا ہے۔

ا خیت اندھی ہے اپنی جو محبت کرتے ہیں وہ خدا کو بھی دیکھو لیتے ہیں۔  
جو محبت کی غلطی ہیں مرا ہے وہ کسی اور تکلیف میں نہیں۔ محبت کیجیئے  
تاکہ آپ کو زندگی کا لطف آئے۔

x x x x x x x x

طاهرہ سے طاہر اور  
سعیار سے سعید



180

طاحنے جب کنڈر گارٹن میں داخل ہوئی تو وہ اپنی  
جماعت کے لڑکوں سے بہت دلچسپی لینے لگی۔ اُس کو اپنی ہم عمر  
لڑکیاں فضول سی لگتی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ لڑکوں جیسا لباس  
پہنے۔ پہنچنے اُس نے کمی مرتبہ اسکوں جاتے وقت صند کی کروہ فرائک  
منہیں پہنچنے لگی۔ اُس سے نیکر اور کالروں والی قیص پہنا فی جا شے۔ مگر  
اوسمی کایا بات، مانی نہ لگی۔

کنڈر گارٹن سے نکل کر وہ فرست اسٹینڈرڈ میں آگئی۔ ذہن تھی  
نکوڑ سے جی عرصہ کے بعد وہ آئے گے بڑھا دی گئی۔  
اُس کو سیئی بجا نے کا بڑا شوق تھا۔ اُس کے والدین منع کرتے تھے  
کہ یہ کسی لڑکی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ سیئیاں بجا تی چھر سے گھر طاہرہ بازیں  
لے لے تھی۔

جب وہ چودہ برس کی ہو گئی تو وہ گفونٹ سے نکل کر کسی دوسرے اسکول میں نزیب جماعت میں تھی۔ بڑی ذہن تھی۔ اُس کی استانیاں اُس کی گرویدہ تھیں۔ مگر وہ خوش نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس اسکول میں مخلوط تعلیم نہیں تھی۔ اُس کو اپنی ہم جماعت لاٹکیوں سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ دالپس گفونٹ چلی جائے جہاں لارکے بھی ہوتے ہیں۔

جب اُس نے نزیب جماعت کا امتحان پاس کر لیا۔ بڑے اچھے نہیں پڑا تو اُس نے اپنے والدین سے استدعا کی دُ اُس سے والپس انگریزی اسکول میں بیجھ دیں، مگر وہ نہ مانے۔ اُس دن طاہرہ دیر تک رہتی رہی۔

اُس سے اب انٹرنس کا امتحان دینا تھا۔ محنت کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اُب سے عجیب قسم کی جسمانی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے اُس کے جسم کے تمام اعضا پڑھ رہے ہیں۔

اب، وہ سول برس کی تھی۔ اُس کا جسم کنٹاڈی لاٹکیوں کی تمام رعناییوں کا مجموعہ تھا، لیکن اُس سے کچھی کچھی الیسا محسوس ہوتا کہ وہ سکڑا رہی ہے۔ اُس کے اجزاء کوئی نئی حریت اختیار کر رہے ہیں۔

ایک رات وہ بیٹھی اپنی سہیلی کے ساتھ الجرا پڑھ رہی تھی کہ اُس کے جی میں آئی کہ اُس کا مٹھا پُرم لے اور اُس سے مرداں وار پیار کرے۔ بہت دیر

دیر تک اُس نے اپنی اس خواہش کو دبائے رکھا۔ آخر اُس سے دربار گیا۔

اُس نے ابجرے کا ایک سرزال حل کرنے کے بعد اپنی اس سیل کو اپنی بانہوں میں پھینخ دیا اور اُس کے ہونٹوں کو چونا شروع کر دیا۔ وہ پیاری بیکھلا گئی۔  
” یہ آج تھیں کیا ہو گیا ہے ظاہرہ؟ ”

ظاہرہ کی انھیں سرخ جوری تھیں۔ اُس نے بس اتنا کہا:

” بس مجھے تم پر پیار آ گیا ہے ”

اُس کی سیلی شاہدہ نے اپنے ہونٹ د پٹے سے پوچھا:

” ابجرابھی کوئی ایسی چیز ہے جسے پڑھتے پڑھتے آدمی کو ایسا پڑھتے

جو شپر آ جائے ہے ”

ظاہرہ نے فلسفیاً انداز میں کہا:

” پیار بھی ایک قسم کا ابجر ہے۔ یہ لاتا ہے۔ مگر تم کیا سمجھو گے؟ ”

شاہدہ کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ وہ لام کے متعلق سوچ رہی تھی

کہ ظاہرہ نے اُسے پھر اپنی آغوش میں لے کر اُس کا منڈپ منا شروع

کر دیا۔ شاہدہ اتنی وحشت زدہ ہوئی کہ اپنی کتابیں و پیش چھوڑ کر بھاگ

گئی۔

اسی طرح ایک دن سعیدہ کے سابق ہوا۔ وہ ظاہرہ کے باس

بیٹھی تھی۔ دلوں مورٹ کار میں بیٹھی تھیں۔ گاڑی ڈرائیور جلا رہا تھا  
طاہرہ کام کرنے سعیدہ کے آجر سے ہوئے یعنی کی طرف بڑھا اور اسے  
ٹھوکنے لگا۔ سعیدہ نے رد فٹکا کھڑا ہو گئے۔ دبی زبان میں اسی  
لفظ طاہرہ سنتے کہا:

” یہ کیا یہی ہو دگی ہے؟ ”

طاہرہ مسکرانی:

” گھر اتی گیوں ہو، میں اکھاڑ کے لئے نہیں لے جاؤں گی ॥ ”  
سعیدہ نے طاہرہ کے یعنی کی طرف دیکھا۔ اس کی عمر سو سال سے  
زیادہ تھی، مگر سینہ بالکل سپاٹ تھا۔ جیسے دہان کبھی کوئی پیز پیدا نہ  
ہوئی تھی۔

” لمحاری چھاتیوں کو کیا ہڈا ہے، اب سے ایک برس پہلے اچھی بھلی  
تھیں۔ نظر آ سکتی تھیں۔ پر اب جانے کہاں غائب ہو گئی پہلے  
طاہرہ نے جواب دیا۔

” مجھے نہ تتعجب ہے۔ میرا خیال ہے پہلے دلوں جو بیٹھے ٹائی فانڈنگ  
ہوا تھا، اس کی وجہ سے میں کمزور ہو گئی ہوں ॥ ”

” کمزور نہ تم بالکل نہیں ہوئی ہو، اچھی بھلی ہو۔ بلکہ پہلے سے کمی

کئی نماز یادہ طاقت در ہو۔ پر تم مجھے یہ بتاؤ کہ مختار سے اور پر کے ہوش  
نماز یادہ طاقت در ہو۔ پر تم مجھے یہ بتاؤ کہ مختار سے اور پر کے ہوش پر  
بال کیوں آگ آئے ہیں؟ ॥

”پتا نہیں، نشاید اس کی وجہ بھی نہیں فاسید ہو۔“  
”ہر حکم نہیں فاسید۔!“

طاہرہ نے سعیدہ کی کلامی مفہومی سے پکڑا: ”لغت یہ جو اس نہیں فاسید پر۔ مجھے تم سے محبت ہے۔“  
سعیدہ مسکرائی:

”تو میں کیا کر دی؟ ॥“

طاہرہ نے کہا:

”مجھ سے محبت کر دی۔“

”مجھے محبت کرنا ہمیں آتی ॥“

طاہرہ نے کہا: ”بکوناں کرتی ہو۔ جب مختاری شادی ہو جائے گی تو کیا تم اپنے  
شوہر سے محبت نہیں کرو گی؟“

سعیدہ پھر مسکرائی: ”یہ شادی کی قابل نہیں ہوں ॥“

طاہرہ نے پوچھا:

” تو کسی پیزیر کی قائل ہو — میں تیریہ بنا ہتھی ہوں کہ مختاری میری شادی ہو جائے ۔ ”

” مختاراً و ماغ خراب ہو گیا ہے ۔ ”

” کچھ ایسا ہی لگتا ہے ۔ ”

” تو علاج کراو ۔ ”

طاہرہ بیجد سنجیدہ ہو گئی ۔

” سعیدہ، معلوم نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے — میں کئی دن سے محبوس کر رہی ہوں کہ مجھ میں کوئی زبردست تبدیلی ہو رہی ہے ۔ میری حالت قابلِ رحم ہے ۔ میں جانتی ہوں کہی لڑکی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی دوسری لڑکی کی چھاتیوں پر باختہ ڈالے، پر کیا کروں، میرے اغربی خواہش ایک دم پیدا ہو جاتی ہے اور میں کسی سیبیلی کا مذہب چومنا شروع کر دیتی ہوں یا اُس سے اس طرح پیار کرنے لگتی ہوں، جیسے غلبے میں ہمیزہ ہمیز دین سے کرتے ہیں ۔ یہ آخر ہے کیا؟ ”

سعیدہ کچھ سمجھ نہ سکی ۔

” مجھے کیا محلوم — تم اصل میں ایک روز پاگل پڑ جاؤ گی ۔ ”

طہاہرہ نے سوچا اور اس کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ پاگل ہو چکی ہے۔ اس سے ایسی کہنی حکیم سرزد ہو چکی تھیں جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا۔ اپنے بھائی کی پتوں پہن کر کرنے کے تمام دروازے بند کر کے گھنٹوں ٹھہری رہتی۔ کبھی کبھی اپنے باپ کے سگرٹ کیس میں سے دو تین سگرٹ اٹالیتی اور عنسل خانے میں جا کر پڑتی۔

وہ سعیدہ سے بے حد پیار کرنے لگی تھی، مگر وہ بے اعتنائی بر تھی جس سے طہاہرہ کو بہت دکھ ہوتا۔ چنانچہ وہ کئی کئی گھنٹے زدتی۔ اس کو عشق و محبت سے بھرلو پر خلا کھتی گردہ جواب نہ دیتی۔

اسکی شادی کے کئی پیغام آئے مگر اس نے اپنے والدین سے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ کمزوری رہے گی۔ اسے شادی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتی ہے۔

طہاہرہ نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ مگر اس میں کچھ ایسی تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں کہ وہ ہر وقت پریشان رہتی۔ نیجہ اس کا یہ ہوا کہ اندر من کے امتحان ہو گئی۔ اس کو اپنی س ناکامی پر اتنی ندامت ہوئی کہ سات آٹھ دن اپنے کرسے سے باہر نہ ملکی۔

اس کے والدین بیٹے بیٹیاں تھے۔ اول تو انہیں اس بات پر حیرت تھی کہ وہ فیل کیسے ہو گئی۔ پھر وہ یہ سوچتے تھے کہ یہاں طہاہرہ کا داماغ تو نہیں پہل گیا۔ وہ عجیب و غریب حکمت کرتی تھی۔ اس کے والد کو یہ پوچھتے ہوئے تسلی گیا کہ وہ سگرٹ پیتی ہے۔ اپنے بھائی کی پتوں

پہن کر کرے میں ٹھہرتی ہے۔ اپنے بالائی ہونوں کے نہیں میں بال سیفی ریز رے ہو گئی ہے۔ وہ خیران تھے کہ یہ قصہ کیا ہے؟

بہت دنوں کے بعد آئتا یک دن طاہرہ نے اپنی ماں سے بہت جیش پ جیش کر کہا کہ وہ رُکابِ بن رہی ہے۔

اس کی ماں نے سمجھا کہ اس کا درماغِ چیک نہیں اسی لئے یہ بھروسہ کر رہی ہے۔

رُکی سے رُکا کیے بن سکتا ہے۔ اس نے اس کا ذکر کا پسے خاذد سے کیا جو پڑھا لکھا آدمی تھا۔ اس کو معلوم نہیں کہ رُکی سے رُکا اور رُکے سے رُکی ہو جاتے ہیں۔ پہنچہ وہ طاہرہ کو فرڑا اپنے ایک دوست ڈاکٹر کے پاس نے گیا۔

طاہرہ بڑی شرمیلی تھی۔ اس کے باپ کا خیال تھا کہ وہ ڈاکٹر سے معاہدہ نہیں کرائے گی۔ مگر اس نے کوئی حیل و جبت نہ کی۔

ڈاکٹر نے اس کا معاہدہ کیا اور طاہرہ کے والد کو بتایا کہ واقعی آپکی مریضی: رُکابِ بن رہی ہے ابکہ قریب قریب بن چکی ہے۔

طاہرہ کو ہسپتال داخل کر دیا گیا۔ وہاں اس کا اپریشن کیا گیا۔ اس نے اپنی چپڈی چھوٹی اندر گو دھنسی ہوتی چاتی دل پر کس کے کپڑا باندھ رکھا تھا۔ جب اس کا اپریشن کامیاب ثابت ہوا تو وہ بالکل ناسَب ہو گئی اور طاہرہ ملکان رُکابِ بن گئی۔

جب وہ ہسپتال سے نکلی تو اس کی سہیلیاں اس سے ملنے آئیں۔ مگر وہ اپنے کرے سے باہر نہ نکلی۔ اس کے باپ نے اسے گاؤں بیج دیا۔ وہاں اس کے بال کٹا

گئے۔ مسلمان باندھی گئی۔ لگاؤں والے سب جیران تھے کہ یا الہی یہ ماجرا کیا ہے۔ لٹک سے لٹکا کیسے بن سکتا ہے۔ شیرنی، شیربن جانتے، یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ شیرنی تو نہیں تھی بڑی نرم دنارک رٹکی تھی۔ تمام نسوانی صفات کی حاملہ مگر اب وہ لٹکا بن چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں لٹکیوں الیسی جیاتھی۔ اس کے خدوخال بھی قومی نسوانی تھے۔ اس کی ادائیں بھی انسانی۔

اس کا نام طاہر عبد اللہ رکھ دیا گی۔ وہ اب مرداں لباس پہنچتی تھی، اور بہت خوش تھی۔ ڈاکٹر کامر مذہبیکش بیٹی کے بعد کرا کی جنس تبدیل ہو گئی ہے۔ اسے ایک اسکول میں داخل کرایا گیا۔ یہاں سب لٹکوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ لڑکی سے لٹکا بنی ہے۔ چنانچہ اس کو ہر طالب علم پہنچتا تھا۔

طاہرہ بہت جزو بڑی تھی۔ بلکہ یوں کہتی تھی کہ طاہرہ بہت نوج آ جاتا۔ یعنی تمکا سے کام لیتا۔ لڑکے یہ سمجھتے تھے کہ وہ ابھی نازک انسام ہے۔ یعنی ایک روز جب ایک طالب علم نے اس سے ناشائستہ حفاظ کیا تو اس نے اس کو اسکول کے کپاؤنڈ میں پیٹ ڈالا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ صفت نازک کے علاقوں سے باہر نکل چکی ہے۔

اس کے والدین پریشان تھے کہ اس کی شادی کیجئے کون رہنا مشہ ہو گا۔ طاہرہ نے بی اسے پاس کر دیا۔ اب وہ اچھا خواہا جو ان لٹکا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں ابھی تک نسوانیت کی جھلک تھی۔ اس کے والدین نے اسکی شادی کیجئے کہنی جگہ کوشش کی

مگر کوئی نہ مانا۔ ان کو شاندیہ شبه تھا کہ طاہر مردانہ قوتوں کا ماں نہیں۔ روکی سے رٹلا  
بن کے وہ کیسے پورا مرد بن سکتا ہے۔

ایک دن طاہر کے باپ نے اخبار میں پڑھا کہ بہرگو دعائیں ایک روٹکا روٹکی بن  
گیا ہے۔ وہ فوڑپتہ لگا کر وہاں پہنچا اور اس لڈی کے کو جو نظر کی بن گیا تھا اور یہاں  
بڑا خوبصورت تھا۔ اس نے جب اپنا اطمینان کر لیا کہ وہ اب واقعی روکی ہے، تو  
اس نے اپنی لڑکی طاہرہ کا، یہ اب طاہر تھی، رشتہ پیش کیا جو قبول کر لیا گیا۔  
اس روٹکے کا نام سعید تھا۔ مگر اسے سعید کہہ کے پکارا جاتا تھا۔ طاہر  
سابق طاہرہ اور سعیدہ سابق سعید کی شادی ہو گئی۔ دونوں کی ازدواجی زندگی  
مسرت میں گذر رہی ہے۔

سعادت حسن منٹو

۹ اگست ۱۹۵۳ء

# سیاہا سندھی

صادات کے بارے میں فتوٹ نے جن جن  
الیف باتوں کو دیکھا اور ستا انہیں بھی تلفیض کر دیا تھا۔

## بیکھرا

بیجوم نے رُخ بد لہ اور سرگنگارام کے بُرت پر پل پڑا لاٹھیاں  
یرساٹی گئیں۔ انہیں اور پتھر پھینکے گئے۔ ایک نہ عنہ پر تار کوں مل  
دیا۔ دوسرا نہ بہت سے پرانے جوتے جمع کے اور ان کا نار  
پنا کہ بہت کے لگے میں ڈالنے کے نئے آگے بڑھا۔ اور پولیس آ  
ئی ازدھن کی بیان چنان شروع ہوئیں۔ جرتوں کا ہار پہنانے والا انہی  
ہو گیا۔ پہنچہ مردم پڑی کے لئے اسے سرگنگارام، سپتال بیچ دیا  
گیا۔

## حلال اور حجہ کا

”یہ نے اس کی شرگ پر چھری رکھی تو لے ہوئے چھیری اور اس کو حلال کر دیا۔“

”یہ تم نے کیا کر دیا؟“  
”کیوں؟“

”اس کو حلال کیوں کیا؟“

مزہ آتا ہے اس طرح۔

اور مزہ آتا ہے کے بیچے، تجھے جھنکا کرنا چاہیے تھا — اس طرح  
اور حلال کرنے والے کی گردن کا جھنکا ہو گیا۔

## رعایت

”میری آنکھوں کے سامنے میری جوان بیٹی کو نہ مارو“  
چپو اسی کی مان لو — کپڑے اتار کر  
ہانک دو ایک طرف۔

# آرام کی صورت

"مراہنیں — دیکھو ابھی جان یاتی سہئے۔  
دربھئے دربار — میں تھک گیا ہوں۔"

---

# پڑھ کھوٹ

(۱۳۲۵ء)

یہ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد کی بات ہے جب میرا عزیز ترین دوست یقینت کرل محمد سلیم شیخ (اب) ایران، عراق اور دوسرے محاذوں سے ہوتا ہوا بیٹے پہنچا۔ اس کو اچھی طرح معلوم تھا، میرا فلیٹ کہا ہے۔ ہم میں لگھے گا ہے خط و کتابت بھی ہوتی رہتی تھی۔ اس سے کچھ نہیں آتا تھا، اس لئے کہ ہر خط سن سر ہوتا ہے ادھر سے جائے یا ادھر سے آئے بجیب مصیبت تھی۔ مگر اب ان مصیتوں کا ذکر کیا کرنا۔ اسے بیٹی کے بی، بی، اینڈ سی، آئی، اسے ٹرمینیں پر اس کی پوسٹ میگ بدلی۔ اس وقت وہ صرف یقینت تھا، ہم دونوں دیس و عریض دیلوے اسٹیشن کے یونفے، میں پیش گئے اور بچہ کے بارہ ایک بچے تک تھنڈی تھنڈی بیٹر پہنچتے رہے۔ اس نے اس دفعان نیں مجھے کئی کہانیاں سنائیں۔ جن میں سے ایک خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

اس نہ ایران ہوا قل اور خدا مسلمان کوں ایں لکھوں کے اپتے ۰۔ اس نہ سہارا  
میں ستر رہا پیشہ درعاشق تو کانع کئے رہاتے۔ سے تھا ایں کی دستیابیں اکیرا تا ذمہ  
تو زیستیں کتاب پہنچاتا۔ مہرہاں آپ کو اتنا بتا انہوں نے بہت کہا استہ لڑکیوں کو  
پرانی طرف متوجہ کرنے کا گزر معلوم نہ تھا۔

ٹکوڑاں کا ہی راد پنڈتی میں پڑھ راجہ نہ تھا۔ اس کے دربار میں دن کی تمامی پریل  
چورا ہو من کرتی تھیں ۔۔۔ خوبصورت مقام کا نی خوبصورت ٹکوڑاں کا حسن،  
مرداہ حسن مقام۔ پہلی توکلی ناک جو یقیناً پناہاں کر جاتی ہوئی۔ چوری پھوڑا کہہتے  
جھوٹے نہ گد، میں آنکھیں، جو اس سکھ بھرے پر سچ گئی ہیں بڑھی ہو تو ہم تو شاید  
بھرپور سے کی ساری کشش ماری جائی۔

وہ کہا۔ ماقبل ہیں طرح لارڈ بائز صرف کچھ بخوبی کے لئے کسی سے دل پیپی  
بیتا دتا اور اسے چھوڑ کر اگے بڑھاتا، جیسے وہ اس کی زندگی میں کچھی کافی ہیں ہیں  
اسی درج کا سلوك وہ اپنے عالیہ پیشی ہوئے لڑکیوں سے کرتا جسے اس نا یہ  
روئی پر نہ نہیں، مخالفہ میری نظریں، بہت ظلاما۔ ہے۔ گردہ بے پرواہ ہے۔  
اُڑ کے پلٹ ۔۔۔ غالب پڑھوڑ کیا کہتا۔۔۔ اسے متن یا رکھیں مفہیں رہتا تھا، اگر  
ایں کامنہوں اپنے الفاظ میں او اکر دیا کرتا۔۔۔ وہ کہتا ہے، وہی شاعر موسیٰ  
اور جنت، میں دھی اکھی خور ۔۔۔ والدہ زندگی اہمیں ہو یا۔۔۔ کہا۔۔۔ شمس  
کی کھنی بجز، اکھی کلی کارسی پور سون۔۔۔ کھنکی سسری کی نہ بخوبی میری پیسے اس کو۔۔۔

پھروس نے اقبال کے ایک شعر کا عالدہ پانابیر کا لاماس خالی کرتے ہوئے دیا۔ دیکھا  
کہا بے اقبال نے سے

تو بھی ناداں چند کھیلوں پر تنا عدت کر گیا  
ورنہ سکھنے بیس علاج تنسنگی دامان بھی مخت  
ثابت ہوا کہ قمہ نصرف نادلی ہو، بلکہ درجہ اول پا پتی گھمی کی طرح چند بھی  
ہو۔۔۔ اب ہلماڑ اس بکواس کو ۔۔۔

یہ نے یہ بکواس اس طرح ہٹائی جس طرح بیرے نے میری بیر کی خالی بوتل  
کو ہٹایا۔

ہمیشہ اس کے کہیں اصل کہانی کی طرف گئی، میں اپ کو شیخ سیمہ سے تعلق ایک  
بہت دلچسپ دانہ سنتا ہوں۔ ہم گو سڑک کا لمحہ میں بی، اسے ناشنی میں پڑھتے تھے  
کہ اس کی تھیڈیوں میں ایک رکنی کی شادی کی اڑتی اڑتی افواہ میں ملی۔۔۔ رکنی ہماری بھی  
کمی کا اس یہ پڑتی تھی اور پکڑنے میں پہنچ بھی طرح شیخ سیمہ پر فریضہ، شکل صورت اسی  
اس کی واجہی عنی گر میرا درست شہد کی کمی تھی، چنانچہ دو میئنے ان کا معاشرہ چلتا رہا  
اس کے بعد وہ اُس سے بازکھ ابھی ہو گیا۔

جب اس کو بتایا گیا کہ رکنی جو تھاری محبوبہ تھی اور جس کی خاطر تم نے اتنے بھگتے  
اپنی پاپرس سکھ طالب خونی سے کھتے دوہ اگر دکھ سری جگہ بیا ہی جاتے تو تم دو سب  
مرے۔۔۔ لیکن تم تیرنا جانتے ہو ڈبوئے کا کام ہم اپنے ذمے یہتے ہیں ۔۔۔

شیخ سیم کو اس قسم کی باتیں عموماً کھا جاتی تھیں اس نہ اپنی میں ہیں موجود  
کوتاؤ دینے کی کوشش کی اور کیا راجھا، تم دیکھ لینا — کیا ہو گا؟  
اس کی پانی کے ایک قوی میکل رُک نے پھر  
کیا ہرگز کا

شیخ سیم نے اس کو جاگ کی طرح بٹھا دیا۔ ہو گا تھاری ماں کا سر —  
جب شادی کا ذن اتنے گا، دیکھ لینا — چلو آؤ میرے سامنے مجھے تم سے  
چند باتیں کہیں یہیں۔

---

شاوہن کا دل اگیا۔ بارات جب دلہا دالوں کے گھر کے پاس پہنچ ٹوکونی شخص  
سر پر سہر سے باندھے بڑے اچھے گھوڑے سے پر سوار اندر داخل ہو گیا دلہا موڑیں ہتھ  
جس پر پہنچوں کا جاں بنا ہوا تھا۔

گھوڑہ سوارہ سے نے لامپدا شامیاں کے پاس ملتا۔ گھوڑا خود دلہا بنا ہوا  
ہتا۔ دو لہن کا باپ اور اس کے رشتہ دار آگے بڑھتے۔ گھوڑے کا لاک سمجھا گا جما گا  
اگیا تھا۔ سہر سے نئے لئے ہوتے آدمی کو اس جگہ بٹھا دیا گیا۔ جہاں دو لہن کو  
بھی۔ ذریثمنا تھا۔ بیچ میں ہوں گلڈ تھا، جس میں جھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کے مکھتے  
جل رہتے تھے۔ انہوں نے نگلے پر انھیں اکٹھا کر دلہن کو اٹھیرا ودی اور دلہن سے  
کہا۔ مدد اور جی دلہن کو جلد بلد سئے مہورت ہو گیا ہے۔

نوراً رکنی پہنچ گئی اور کھوڑتے کے لئے دلہا کے ساتھ ٹھادی گئی۔ پہنچت جو نئے کھوڑتے، جس کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا۔— لیکن ایک دم شادی کے اُسی جلتے میں ایک ہر ڈوبنگ سی ہو گئی، جب کار سے ایک دلہا نکل کر اسے آگیا اور بندہ آواز میں تمام حاضرین کو منا طلب کیا۔ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔— میں دھرنی دائر کر دوں گا۔

وہ دلہا جو ہاتھ پکڑ کر دہن کو اٹھا رہا تھا بڑی خوفناک آواز میں چل دیا۔ اب بے بارے دھرے دائر کرنے کے کچھ لگتے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے پھرولیں کا گھونگھٹ اٹھا دیا اور ان ہزار کے قریب، اُدھیوں سے جو شامیاتے کے نیچے نئے کچھ کہنا پا۔— گر تھنہ کا ایک منہ تو یہ اُر نے لگا۔— دمری پاری کے اُدمی جسی للن پیغمبوں میں شریک ہوتے، کیونکہ جب یہ پھرولوں کا پردہ علیحدہ ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ شیع سیم ہے۔

رکنی بڑی خفیف ہوئی اگریتھی سیکم نے بڑی جگات سے کام لے کر اس سے بدل آواز میں پوچھا، تم اس چندر کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہو۔“ رکنی خا موش رہی۔ ہفتا، قبیقہ نکاتا وہ اپنے گھوڑے پر بڑی صفائی سے سوار ہوا اور ایڑھ رکھا کر کوئی سے باہر نکل گیا۔ گھوڑے سے اتر کر زم و دملک گئے تھے، اس لئے کہ میں اس لکھتی تھیں گھوڑے کی سی تیز رفتاری سے بجا کا تھا، اس نے تیرا کنڈ عابد سے زور سے ٹاپایا۔ میکوں بیٹھے، تھے میں نے کیا کہا تھا۔— اب

دیکھنے پڑے

بہا تو سب کچھ بیکھر تھا اگر مجھے ڈر ملتا، کہیں شیخ سلیم گرفتار نہ ہو جاتے میں  
نے اُس سے کہا "جوتمنے کیا وہ اور کوئی نہیں کر سکتا، میں نے بھائی میرے کہیں  
بھائی میں بھائی نہ ہو جاتے سفر خی کرد اگر کتنی کے باپ کے مجھے گرفتار کر دیا؟"  
وہ اکار کر بولاد، اس کے باپ کا باپ بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ کون اپنی  
بیٹی کو ندادت چڑھائے گا۔۔۔ میں تو اسی وقت گرفتار ہونے کے لئے تیار ہوں  
لئے جاتے مجھے ملتا۔۔۔ اس سالی کے سامنے پول کھول دوں گا۔۔۔  
میرے پاس اسی کے درجنوں خطوط پڑھ سکتے ہیں۔۔۔

مارے شہری بھی افواہ پسلی ہوئی تھی کہ کتنی کا باپ شیخ سلیم کو صرف اس کی  
گستاخی کی سزا دلوائے گا کہ وہ ساری ای عمر یاد رکھے۔۔۔ مگر کچھ نہ ہوا۔۔۔  
جب کبھی دن گزر گئے تو وہ میرے پاس گھانا ہوا ایسا سادھ  
"رمقی نہر گوم گو قاب کے اڑیں گے پرنسے  
دیکھتے ہم بھی گئے پہ وہ نہ سنا شاہ ہوا"۔۔۔

اب میں اس لہانی کی طرف پلتا ہوں جاؤں وانچ سے بھی آئیں زیادہ سمجھ پر  
اور صاف نہیں ہے۔۔۔ یہ خوفناک منے مجھے سماں بچوں کی صفات پر مجھے سرف  
صدیقین ہے۔۔۔ اس لئے کہ شیخ سلیم جھوٹا کبھی نہیں ہتا۔۔۔  
زندگی تباہ میں اپڑاں ہیں ملتا دہاں کی لاکھیاں عام یوں میں لٹکوں

کل عرض ہوتی ہیں، وہی تباہ، وہی دش قطعہ بالبتو ناک لفظتے کے بخال سے کافی  
غلف ہوتی ہیں۔ جب تی خرافات وہاں ہوتی ہے شاید ہی کسی اور ملک  
میں ہوتی ہے۔ میں نہ وہاں کئی شکار کیں۔ وہ میرے ایک بڑے افسر  
کرن عثمانی تھے مانگرمان کا عبدہ جیسا کہ غاہر سے جو سے بہت بڑا تھا۔ میکن وہ  
میرے بلاسے بہربان تھے۔ میں میں جبکہ بھی بھے دیکھتے زور سے پکارتا تھے۔  
ادھر آؤ شیخ، میرے پاس بیٹھو، اور وہ میرے لئے ایک گزی ٹکوانتے۔ دیکی  
کا دوپہر تھا تو ادھر آؤ شر کی بائیشی شر درج کر دیتے۔ کرن عثمانی صاحب کو مجھ سے جیلیزاں  
کرتے میں خاص مردہ آتا۔ جب وہ کوئی نقصہ مجھ پر چلت کرتے تو بہت خوش  
ہوتے۔ کافی سہر آدمی تھا۔ اس کے علاوہ بڑا افسر میں خاموش رہتا۔  
آن کو ان پہلے تانی نرسوں سے بڑی دلچسپی مخفی جو دہاں ایکوں لین کو دیں کام کر تی  
تھیں۔ یہ پہلے تانی را کیاں جلوکی تو مند ہوتی ہیں۔ یہ موڑی موڑی سفید  
پنڈیاں۔ بڑی صفوہ اچھاتیاں بڑی بڑی اور صحت مند، کوئی بچوڑے اور گوشت  
سے مجھ سے ہوئے ہجن یہی سختی ہو۔ تو یہی سختی۔ میری کئی مددست نہیں  
پر جب میں اگر سے دل تو سب کو مجھول گیا۔ سارے ایران کو مجھول گیا۔ بڑی صفتیں  
متعین لفظ سب تپوئے چھوٹے چھوٹے مچتے۔ اگر تم اس کی جھاتیوں اور پنڈیوں کو بیش نظر  
رکھتے تو بھی سمجھتے کہ اس کے یادو ڈیں روئی کے ماں زہوں مچے۔ اس کی انگلیاں اتنی  
موری ڈھون گئیں جیسے کسی درخت کے ٹہنیں۔ مگر نہیں دوست، اس کے ہاتھ بڑے

زخم و بازک نہیں، اور اس کی الخطاں انہیں ہیں جس کے حفظ کی کی بنا پر مخصوص دن کو مقرر کیا گی۔ لابنی نہیں، مگر پتوں پتلی تھیں۔ میں تو اس پر فوجیتہ ہو گیا۔ چند روز کے طاقاؤں ہی میں اس کے میرے علاقات بے تسلی کی خوبیک بڑھ دیتے۔

یہاں تک پہنچ کر شیخ رک گیا۔ ایک نیا پیگ گلوس میں ڈالا اور سوڈا مارک اٹھا گئی پی گیا۔ دنہیا د کراؤ یہ قصہ، میں نے اس سے کہا، لعنت صاحب، آپ اپ نے خود ہی تو شروع کیا تھا۔

اس نے انتہے پر تیوری چڑھا کر میری طرف دیکھا۔ ایک اور پیگ اپنے گلوس میں تین پار پیگ جو روشنی میں باقی پہنچ گئے تھے، انتہا میرے گلوس میں ڈالے اور خود تو کھی جسے انگریزی میں نیٹ کہتے ہیں پی گیا اور کھانن کھانن کر اپنا براحال کر دیا۔

لخت ہوتا ہے۔

میں نے کیا موقعہ مٹا جھپڑ پر لخت بھیجے کا؟

اس کی کھافی اب بند ہو گئی تھی اور وہ رومال سے اپنا منہ پر پکڑ رہا تھا مچھوڑ پوچھو میری جان۔ دوسرا دن روز رات کو کریم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ امہنوں کے بڑے طنز سے کہا، کہو صاحب سزاد سے بیجے بڑھا سمجھتے ہوئے وہ قسم نے صرب، المثل نہیں سنی۔ میا ایک دن پڑا۔ میں بودن میں نے اُن سے حرض کی، کوئی صاحب، آپ کا میر کیا مقابلہ۔ مگر میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ کبھی اس حقیقت سے اسہا کس نافل سبھے کو قبریں پا دیں۔

لکا۔ سے بیٹھا ہے تھر عشق فزارہ بے۔

دیں تو خدا کی نسم جب اس ہمار کو پہنچوں گا تو خود کہتی کر دیں گا — اس مذکور کے  
سامنے بکریں آؤتے ہیں اس سے دارالحصون غمی ہیں، میری اگر ان پر نکلا ہیں لمحاتے بیٹھی سے نکلیں  
بیوگا تو اپنے ہٹریں۔ اس نے کبھی پھر اس کی بات کی تو ایک ایسا گھونسا جاڑیں گا اس کی  
سوکھی اُرد لپڑ کر ہٹکتا ہے اجاتے ہیں گا ۹

دیکھ کر اس نئے کھوست سے اگر ان — نہایت چاپ باری اگر ان کے متعلق یافی  
ہو تو پہنچ کر دارالحصون سے باز رہا یا۔ دیکھ کا پورا رہتا دور چل رہا تھا میں نے اپنے  
ہونوں سا پر بڑی غصہ دار تحریر مکار پہنچ پیدا کی اور اس سے کہا رکنی عاصی جو  
آپ پر بڑھا کے وہ خود ہے تھا اپنے آپ قوام اللہ دعائیں پائی ہیں ۱۰

۱۰ مکمل فرم ہوئی تھیں ہشت شوشاں ہوا۔ اگر ان نے چھوڑے دعویٰ کیا کہ وہ دوسرے نہ  
کیاں بھولیں شام کو سات بجے ٹھیگی۔ اس میں فوجیوں کو اجازت ہتی۔ تو رہنا اس  
لئے میں دو دنی کے پیغام سے نہایت اعلیٰ سوٹ پہن کر رہا پہنچا۔ سات بجے میں ابھی تو  
مشتعل پاؤتھیں ڈاٹھگ عالی میں داخل ہوا، تو میرے پاؤں دیس کے دیہی جنم گھٹے  
کرکے آؤ دیا۔ بے اس پیٹھے ہوئے دگوں ہے ناقل اگر ان کا پڑا المباوسہ میں  
نہیں۔ بیکھے ایسا محسوس ہوا کہ میں اُس کرنی سے کہیں زیادہ پڑھا کھوست بن گیا ہوں

# حافظ حسن دین

حافظ حسن دین جو دو نوں آنکھوں سے ازدواج تھا، ناصر شاہ کے گھر میں آیا۔ پڑیا کہ ایک دوست رمضان علی خدا، جس نے ناصر شاہ سے ان کا تعارف کرایا۔ وہ محافظ رہا صحب سے مل کر بہت شاگرد ہوا۔ گوئی کی آنکھیں ویکھنی، گزر شاہ نے یوں حرس کی کہ اس کو ایک نئی بہمارت مل لجھی۔

ناصر شاہ منیب انتہا و تھا اس کو پیرول فقیروں سے بڑی عتیدت ملتی، جب حافظ حسن دین اس کے پاس آیا تو اس نے اس کو اپنے قلبیت کے نیچے، موڑ گیرائیں ہمہ ریا۔ اس بورہ داتیٹ باؤں کیتا تھا۔

ناصر شاہ سید بختا گر اس کو ایسا معلوم ہونا تھا کہ وہ مکمل سید منیب، چنانچہ اس سے حافظ حسن دین کی خدمت میں گزارش کی کروہ اس کی تکمیل کر دیں، حافظ صاحب نے مفتود فرید اپنی بے نو آنکھیں گھما کر اس کو خواب دیا۔ بیٹا۔ تو پورا سید بختا ہما بتا۔

تو غوث اعظم جیلانی سے اجازت یعنی پڑائے گی ॥  
و تو آپ اور اور کرم اجازت ملے یجئے ॥

حافظ صاحب نے پیراپنی بے نور اسکیں گھما تیں و ان کے حضور میں تو فرشتوں  
کے پر جلتے ہیں ॥

ظفر شاہ کو بڑی نا امیدی ہوئی ॥ آپ صاحب کشف ہیں ॥ کوئی  
مدعا تو ہو گا نہ ॥

حافظ صاحب نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی ॥ ہاں ॥ — پڑہ  
کا ٹھنا پڑے گا مجھے ॥

وہ اگر آپ کو ذمہ نہ ہو تو اپنے اس خادم کے لئے کاٹ یجئے ॥  
و سوچوں گا ॥

حافظ حسن دین ایک میئنے بنک سوچا رہا اس حداداں میں ظفر شاہ نے اس کو خاطر  
ملارت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی ۔ حافظ صاحب کے لئے وہ صحیح انتہتے ہی وہ فریض  
پاؤ بادام توڑتا ان کے مخزن کھال کر سروالی بنا ، دوپہر کو ایک سیر گوشہ سجنوار اُن  
کی خدمت پہاپتی کرتا شام کو بانی ملی ہوئی چاہنے پا تما ۔ رات کی ایک مُرُزِعِ ستم  
ماں سر کرتا ۔

یہ سر اسلام پلارہ ادا خ حافظ حسن دین نے ظفر شاہ سے کہا ۔ اب مجھے اُداؤں  
آئیں مشرور ہو گئیں ہو ۔

خلیفہ شاہ نے پوچھا رسمی آوازیں قبول کی  
”تمہارے متعلق“

”رکیا کہتی ہیں تو

”تم ایسی باتوں کے متعلق مست پوچھا کرو“

”در معافی چاہتا ہوں“

حافظ صاحب نے مطلول مطلول کر مرتع کی ٹاگ اٹھانی اور اسے دانتوں سے  
کامٹے ہوئے کہا ستم اسل میں منکر ہے ”— آذما نا چاہتے ہو تو کسی  
کنوئیں پر چلو“

خلیفہ شاہ خلیفہ اگیا مخصوصاً میں آپ کو آذما مہین جاہتا — آپ کا برلنفلو  
سداقت سے بربزیہ ہے“

حافظ صاحب نے سر کو زور سے جبش دی ”مہین — ہم چاہتے ہیں کوئی ہیں آذما  
کہا نا کھائیں تو ہمیں کسی کنوئیں پرے چلو“

”ندوہاں کیا ہڈگا قبلہ“

”رہیم اسمول آواز دے گا — وہ کنوں پانی سے لباس بھر بائے  
گا۔ اور تمہارے پاؤں گیلے ہو جائیں گے — ڈرد گئے تو نہیں ہے“

خلیفہ شاہ ڈر گیا متحا حافظ حسن دین جس ہیئت میں باقیں کر رہا تھا، برلنفلو پریست مبتدا۔  
پرانی اسی نے اس خوف پر فابو ہا کر حافظ صاحب سے کہا سمجھی مہین — آپ کی ذات

اقدس میرے سامنے ہو گئی تو ڈر لاسوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے  
جب سارا تحریک ختم ہو گیا تو حافظ صاحب نے ظفر شاہ کے کہا۔ میرے ہاتھ  
و دھولاوے — اور کسی کنوئی پرستے چلو ॥

ظفر شاہ نے اس کے ہاتھ دھولائے تو لئے سے پوچھے اور اسے ایک کنوئی  
پرستے گی جو شہر سے کافی دور تھا، حافظ حسن دین پا در پیٹ کر پہنچ گئی لگر حافظ صاحب  
نے چاکر کیا، پانچ قدم تکچھے بڑے بڑے یا تو — میں پڑھنے فالا ہوں، کنوئی کما  
پانی باب بھر جائے گا — تم ڈر جاؤ گے ॥

ظفر شاہ ڈر سے دس قدم تکچھے بڑے گیا — حافظ صاحب نے پڑھنا  
نشروع کر دیا۔

رمضانی علی ہمیں سامنے مخاجم سے ظفر شاہ سے حافظ صاحب تعارف کر لیا۔ وہ  
دور پیٹھا مونگ چیلی رکھتا ہوا تھا۔

حافظ صاحب نے کنوئی پرستے سے پیٹھے ظفر شاہ سے کیا تھا کوئی وید سیر پا دا،  
ڈیڑھ سیر شکر اور پادھ بھر کا ہی مرپوں کی صورت ہے، جو اس کا مہمول گھاستے گا  
یہ تمام جیزیں حافظ صاحب کی چادر میں بندھی ہیں۔

دیر تک حافظ حسن دین علوم نہیں کس زبان میں پڑھتا رہا مگر اس کے مہول  
کی کوئی آدا نہ آئی — کنوئیں کا پانی اور پڑھا، حافظ نے چاول، شکر اور مچیں  
لٹھیں، میں پیٹھا دیں، پھر سیکھ کر شہ ہوا — پھر مجھے کمل بکوت رہا۔ اس کے بعد

خاندان پر خذیب کی کیتیست ٹاری ہوئی اور وہ بلند آواز میں بولا۔ «ظفر شاہ کو کراچی لے جاؤ  
اس سے پانچ سور دپے لو اور گجرانوالہ میں زمین الاث کرو!»  
ظفر شاہ نے پانچ سور دپے حافظنا کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ اس نے  
یہ دپے اپنی جیب میں ڈال کر اس سے بڑے جلال بی کہا، «ظفر شاہ۔ تو یہ دپے  
دے کر سمجھتا ہے، مجھ پر کوئی احانت کیا ہے۔»  
ظفر شاہ نے سرتا پاچ ہزار کرکبا، «نہیں حضور۔ بیس نے تو آپ کے ارشاد  
کی تعمیل کی ہے یہ۔»

حافظ عن دین کا الجہہ ذرا نرم ہو گیا اور دیکھو سردویں کا موسم ہے، تیس ایک دستے  
کی غصہ درت ہے یہ۔

«رچلتے ابھی ٹریڈیتے ہیں۔»

«دو گھوٹے کی بوکی کی قبض اور ایک پیپ شو۔»

ظفر شاہ نے غلاموں کی طرح کہا، «حضر اپ کے حکم کی تعمیل پر جاتے گی!»  
حافظ صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی پانچ سور دپے کا دعستہ پھاپس دپے  
کی قراقچ ٹوپی، بیس دپے کا پیپ شو۔ ظفر شاہ خوش مخاک اس نے ایک نینجے  
ہوئے بزرگ کی خدمت کی ہے۔

حافظ صاحب وائٹ ٹائمز میں موربہ بھتے کا پاہ۔ بڑے بڑے نے لئے ظفر شاہ  
فرش پر دیا تھا اس کی آنکھ لگنے ہی والی تیز گرفتار ہے۔ رُنگتھے، انداز اس کہتے ہے

خنے " حکم ہوا ہے ۔ ابھی ابھی حکم ہوا ہے کہ حافظ خسن دین تم دریا نے  
راوی پر جاؤ اور دہلوں چل کا لوٹ ۔ چل کا لوٹ ۔ چل کا لوٹ ۔ دہلوں تم لپٹے  
سمول سے بات کر سکو گے "

ظفر شاہ، حافظ کو سیکسی میں دریا نے رلوی پر سے گیا۔ دہلوں حافظاً چھیا لیں گئے  
معلوم نہیں کیا کچھ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ایسی آوازیں جو اس کی اپنی نہیں تھیں  
کہا اور ظفر شاہ سے تین سور و پیہ اور لوٹ ۔ اپنے بھائی کی انکسوں کا علاج کر دے  
تم، استئنے غافل گیوں ہو۔ اگر تم نے اس کا علاج نہ کرایا تو وہ بھی قہبہ ارمی خار  
انہ صاحبو جا سے چھکا ۔

ظفر شاہ نے تین سور و پے دے دیئے۔ نافذ خسن دین نے اپنی بے نو آنکھیں  
لگھائیں جن میں صرفت کی جھلک نظر اُسلکھی تھی اور کہا، مدعاً کھانے میں میرے بارہ بور  
روپے جمع ہیں ۔ تم کچھ نکڑ نہ کر ۔ پہلے پا چنخ سوا دریہ تین سور ۔ کل اُنھوںو  
ہوئے ۔ میں تمہیں ادا کر دو رہا گا ۔

ظفر شاہ بہت تاثر ہوا اوجی شہیں ۔ ادائیگی کی کیا ضرورت ہے ۔ اپنکی  
نہ مرت میر افریض ہے ۔

ظفر شاہ دیر تک حافظ کی نہ مرت کرنا رہا۔ اس کے عوض حافظ نے چالیس دن  
کا پلے کاٹا، مکر کوڑا ملتبہ پر آمد نہ ہوا

ظفر شاہ نے نیتیں کئی سرتہ محسوس کیا کہ وہ پورا سید بن گیا ہے اور اس کی تغیریں

بود گئی ہے، مگر بعد میں اس کو مایوسی ہوئی کیونکہ وہ اپنے میں کوئی فرق نہ دیکھتا اس کی تشنی مبنیں ہوتی تھیں۔

اس نے سمجھا کہ شاید اس نے حافظ صاحب کی خدمت پوری طرح آدا نہیں کی جس کی وجہ سے اس کی امید بر میں آتی، چنانچہ اس نے حافظ صاحب کو رفڑا ان ایک مرتع کھلانا شروع کر دیا با دامول کی تعداد بزرگا دی۔ دو دفعہ کی مقدار بھی زیادہ کر دی۔

ایک دن اس نے حافظ صاحب سے کہا، پیر صاحب — میرے حال پر کرم فرمائیے — میری صراحت کبھی تو پوری بولگی یا نہیں؟

حافظ عن دین نے بڑے پیارے انداز میں جواب دیا، ہو گی۔ — صردار ہو گی، ہم اتنے چلے کاٹ پکھے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک تم سے ناراضی ہیں تم نے خود اپنی نہ نسلگی میں کوئی ایسا گناہ کیا ہو گا، پور

ظفر شاہ نے کچھ دیر سوچا اور حضور — میں نے — ایسا کوئی گناہ نہیں کیا جو —

حافظ صاحب نے اس کی بات کاٹ کر کہا، میں نہیں خوفزدگی کیا ہو گا۔

ڈراموجہ،

ظفر شاہ نے پھر کچھ دیر سوچا، ایس مرتبہ یہ خلے اپنے والد صاحب کے پڑے سے املا کئے چڑائے تھے،

یہ کوئی اشارہ اگنا وہ نہیں ۔ اور سوچو ۔ کبھی تم نے کسی لڑاکی کو پڑھی تھا؟  
سے دیکھا تھا؟ ”

ظفر شاہ نے تپکا ہٹ کے بعد جو اب دیا ” ہاں پرید مرشد ۔ سرف  
ایک مرتبہ ”

”کون ملتی وہ لڑاکی؟ ”

”جسی میرے چھاکی؟ ”

”کہاں رہتی ہے؟ ”

”جسی اسکی گھریں؟ ”

حافظ صاحب نے حکم دیا۔ بلاد اس کو ۔ کیا تم اس سے مٹا دی کرنا  
چاہتے ہو؟ ”

”جبکہ ہاں ۔ ہماری ملکی قریب قریب طے ہو چکی ہے ۔  
حافظ صاحب نے بڑے پر جلال بیجے میں کہا ” ظفر شاہ ۔ بلاد اس کو  
تم نے مجھ سے پہلے ہی یہ بات کہہ دی ہوتی تو مجھے ہیکار اتنا وقت مندازی  
کرنا پڑتا ۔ ”

ظفر شاہ کشش پر بچ یہ پڑ گیا وہ حافظ صاحب کے حکم کو ٹال نہیں سکتا تھا۔  
اوہ پر اپنے ہونے والی ملکہ ترستے یہ بن مبنی کہہ سکتا تھا کہ وہ حافظ صاحب سے  
سلسلہ ۔ بادل نخواستہ اد پڑ گیا۔ بلقیس بیٹھی ناول پڑھ دیتی۔ ظفر شاہ کو دیکھ

کہ وہ فردا سمٹ گئی اور کہا دراپ آج سیرے گمرے میں کیسے آگئے ہے ”  
خفر شاہ نے دبے پیچے میں جواب دیا در رہ —— وہ جو حافظ مصاحب آئتے  
ہوئے ہیں تا ——

بلقیس نے نادل ایک طرف رکھ دیا ”ہاں، ہاں — میں نے انہیں کمی مرتبہ  
دیکھا ہے — کیا بات ہے ”

مدبات یہ ہے کہ وہ تم سے مٹا چاہتے ہیں یہ ”

بلقیس نے حیرت کا اظہار کیا ” وہ مجھ سے کیوں مٹا چاہتے ہیں — ان  
کی تو انکے عین ہی نہیں ”

” وہ تم سے چند باتیں کرنا چاہتے ہیں — بلسے معاصبِ کشف  
ہڈرگ ہیں — ان کی برکت سے ملکن ہے ہم دنلوں کا جبرا  
ہو جائے ”

بلقیس مکمل و معلوم نہیں اپ اتنے مدعیف الاعتقاد کیوں ہیں — لیکن چلتے  
انجھا ہی تو ہے — اس سے کیا پر دھستے

بلقیس خفر شاہ کیسا ہتھ نیچے داسٹ کا دکشیں گئی حافظ حسن دین پہنچا پلنؤز سے کہ  
رماتھا جب اس نئے قدموں کی پا پُتنی تو بولا ” کچھے خفر شاہ یا  
خفر شاہ نے تنقیح اجواب دیا در جی باں حسنوا ”

در راستیں آئیں سبte ۹۰

مدبھی ہاں ”

حاذل صاحب نے اپنی بنتے نور انگھوں سے بلقیس کو دیکھنے کی کوشش کی  
کہا اور بیٹھ جاؤ میرے سامنے۔ بلقیس سامنے استول پر بیٹھ گئی۔

حاذل صاحب نے غفرنے کے لیے اب تھاری مراد برآتے گی۔ ہم اس لایکی کو نہ  
 بتائیں گے۔ انشا اللہ سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔

غفار شاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے فوراً پھل منگو اتے اور بلقیس سے کہا۔  
حاذل صاحب مسلم نہیں کہتی دیر لگائیں۔ ان کی خدمت کرنا ناجھوں لا۔

حاذل نے کہا دیکھو ہم تم سے بہت خوش میں آہتا ہا۔ یہ بیجیت چاہتی ہے کہ  
تمہیں یہی خوش کر دیں۔ جاو بازار سے چار تو سے نوشادر ایک تو لچونا۔ دس تو سے  
لشکر اور ایک مٹی کا کوزا لے آؤ۔ جتنا ان کا وزن سے اتنا ہی سونا بن جائیگا۔  
غفار شاہ اگامہ بھاگا ادا رکیا اور یہ چیزیں خرید لایا۔ حبیب اپنے واسطہ ہاتھ میں پہنچا  
تو کوڑا بیکھیتھے اور اس میں کوئی بھی نہیں تھا اور پر گیا تو معالم ہے اکبی یہی بلقیس بھی نہیں ہے۔

# انارکلی

یکم جولائی ۱۹۵۷ء

ہم اس کا سلیم تھا، اگر اس کے یار دوست اسے شہزادہ سلیم کہتے تھے، فاماں  
اس کے خدو خالی مغلی تھے۔ خوبصورت تھا چال، ڈھال سے رعنوت پہنچی تھی۔

اس کا بابا پی ڈبلیوڈی میں لاؤزم تھا تھڑا زیادہ سے، زیادہ دوسورہ پیپر ڈبلوڈی  
میں، گر پلے طامٹ سے رہتا۔ ظاہر ہے کہ رثوفت کھانا خاص ہی وجہ ہے کہ سلیم چھے  
سے اچھا کپڑا اپہنتا۔ جیب خروج اس کو کافی ملتا تھا، اس نے کہ دوالدین کا اکٹھنا  
لڑکا تھا۔

بہت بن ہٹن کے رہتا۔ اس کے پاس کئی سوٹ تھے، کئی قیفیں متعین، جو رہ  
بدل بدل کے پہنتا۔ شوکم از کم بیس کے تریپ ہوں گے۔

جب کالج میں تھا تو کمی رٹکیاں اس پر جان چھڑانکی تھیں مگر وہ جسے اعتقاد  
ہوتا۔ آخر اس کی آنکھ ایک شورخ دفعگ طکی جس کا نام نیکا تھا لٹکی۔ سلیم نے اس سے

رہا تو سبھ پہنچا کر پاہر اُستھے لیتھیں بتا کر وہ اس کا انتقام حاصل کر سکا۔ شہزادہ تو میساں تک سمجھنا بتا کر یہاں اس کے شہروں میں گرد پڑتے گی اور اس کی معنوں دلکشی پڑیں گے کہ اس نے مجت کی نگاہوں سے نسخے دیکھا۔

ایک دن کانج میں سیم سیم نے میساستہ پہلی بار مخالف ہو کر کہا، اپ کتابوں کا کہا، بتا پوچھ رہتا تھا تے ہوئی تھیں۔۔۔ ناٹیے اس مجھے دیکھتے۔۔۔ میرا ناٹ کہ باہر موجود ہے۔۔۔ اپ کو اور اس پوچھ کر اپ کے ٹھنڈا کہ پہنچا دوں گا۔۔۔

سیما نے اپنی بھاری بھر کم کتا پہلی میں دانتے ہوئے بڑے خشک لیجھے ایں جواب دیا اپ کی مدد کی مجھے کوئی صفر دست نہیں۔۔۔ بھر جال شکریہ اپ کا دادا کیسے دینی ہوں؟۔۔۔

شہزادہ سیم کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا احمد سہ پہنچا۔۔۔ چند لمحات کے بعد وہ اپنی خفت مٹا تارہ۔۔۔ اس کے بعد اس نے میسا سے کہا، عورت کو مرد کے ہمارے کی خود رت ہوتی ہے۔۔۔ مجھے حیرت ہے کہ اپ نے میری پیش کش کو کیوں سمجھ کر دیا؟۔۔۔

میسا کا لہجو اور دیادہ خشک ہو گیا، عورت توں کو مرد کے سہارے کی خود رت ہو گی۔۔۔ مگر فی الحال سچھابی کوئی صفر دست محسوس نہیں ہوتی۔۔۔ اپ کی دشکش کا شکریہ میں ادا کر سکی ہوں۔۔۔ اس سے زیادہ اپ اور اپنا بندہ میرا؟۔۔۔

یہ کہہ کر سیما پلی گئی۔ سلیم جو انوار کلکی کے خواص دیکھ رہا تھا، انہیں جپن کارہ گیا اس نے بہت بڑی طرح فکر کیا تھی۔

اس سے قبل اس کی دنیگی میں کتنی لڑکیاں آچکی تھیں، جو اس کی آمد کے انوار سے پر جلتی تھیں۔ مگر یہ سیما کیا سمجھتی ہے اپنے کوئی۔ اس میں کوئی شکر بھیں کہ خوبصورت ہے۔ جتنی لڑکیاں میں میں نے اب تک دیکھی ہیں میں میں سب سے زیادہ حسن ہے گریجہ ملکہ کیا دینا۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ سیمیز ہر دن اس سے بذریعہ لے گا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے گا۔

شہزادہ سلیم نے اس سے بذریعہ کی کتنی سکھیں بنائیں مگر باہر اگد ثابت نہ ہوئیں اس نے یہاں تک سوچا کہ اس کی ناگزگات ڈالنے والے یہ جرم کہ پیٹھا گزارے یہاں کے چہرے پر یہ تاک بہت پسند کھی۔ کوئی بڑے سنتے بڑا مصادر بھی الی تاک کا نقصہ نہیں کر سکتا تھا۔

سلیم تو اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوا، مگر لندنیرے نے اس کی مردگی اس کی والدہ نے اس کے رفعت ڈھونڈنا شروع کیا۔ نگاہ انتخاب اکثر سیما پر پڑی جوان کی ہیں کی لڑکی تھی۔

یات پتی ہو گئی مگر سلیم نے اٹھا کر دیا اس پر اس کے والدین بہت ناراضی ہوئے مگر میں دس بارہ روز تک ہستہ مہ مچا رہا۔

سلیم کے والد فرا سخت طبیعت کے ساتھ۔ انہوں نے اس سے کہا تھیں ہمارا اینسا

تبویل کرنا ہو گا ॥

سیمیم ہٹ دھرم تھا، جواب میں یہ کہا اور آپ کافی صد کوئی نام کو رٹ کافی فہمہ  
نہیں ۔۔۔ پھر میں نے جرم کیا کیا ہے جن کا آپ کافی صد سنا ۔۔۔ ہے ہیں ॥  
اس کے والد کو یہ من کر جیش اگلی ارتھارا یہ جرم ہے کشم نا علف ہو ۔۔۔ اپنے  
والدین کا گھن نہیں بانتے حکم عدالت کرتے ہو۔۔۔ میں تہیس اپنی جائیداد سے  
عاق کر دوں گا ॥

سیمیم کا جوش متوڑا سامنڈا ہو گیا۔ بلکن آباجان، شادی میری مرضی کے  
مطلوب توبہ فی چا ہیئے ॥  
”ہباو تہاری مرضی کیا ہے“

”اگر آپ ٹھٹھ سے دل سے سین تو میں عرض کروں ॥“  
”میرا دل کافی ٹھٹھا ہے ۔۔۔ تھیں جو کہا ہے فرد اکہ ڈالو ۔۔۔ میں زیادہ  
دیر انتظار نہیں کر سکتا ॥“

سیمیم نے دک رک کے کہا۔۔۔ مجھے ۔۔۔ مجھے ۔۔۔ ایک لڑکی سے مجھ تھے ॥  
اس کا باپ گربا۔۔۔ کس لڑکی ہے ॥  
سیمیم مھڑا دیں چکچایا۔۔۔ ایک لڑکی ہے ۔۔۔  
”کون ہے وہ؟ ۔۔۔ کیا نام ہے اس کا؟“  
”یما۔۔۔ میر سے سامنہ کھانج میں پڑھتی بھتی ۔۔۔“

”میاں انفار الدین کی لڑکی پر  
”جی ہاں، اس کا ہم نیکا انفار ہے۔ میرا خیال ہے وہی ہے۔  
اس کے والد بے تھا شہ منسے گئے دخیل کے پچھے۔ تھا اسی  
لڑکی سے قرار پائی ہے۔ کیا وہ تمہیں پسند کرتی ہے؟“  
سلیم پر کھلا سا گیا۔ یہ سلسلہ کیسے ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں کام تھا۔ کبیں اسی کا  
باپ جھوٹ تو ہیں پہل رہا تھا؟۔۔۔ سلیم سے جو سوال کیا گیا تھا اس کا تو اب اس  
کے والد کو نہیں لامتا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ پوچھا، سلیم مجھے بتاؤ کیا  
یہاں تھیں پسند کرتی ہے؟“

سلیم نے کہا مجھی نہیں“  
”تم نے یہ کیسے جانا؟“

”اس سے ایک باری نے خفتر الفاع میں محبت کا اخبار کیا۔۔۔ لیکن اسی  
نے مجھے۔۔۔“

”در تھیں در خور اعتماد سمجھا“

”مجھی باری“

”بڑی ہے بُختی ہے“

سلیم کے والد نے اپنے گنجے سر کی تھوڑی دیر کی کھنکھلا بنا اور کہا، تو سبزہ  
رخچہ میں ہونا پاہیتے۔۔۔ یہ تھا اس سے کہتا ہوں کہ وہ لڑکی دالوں سے

کہہ دھسے کہ لڑکا فرستہ مزدہ نہیں ॥

سلیم ایک دم جلد باتی ہو گیا وہ نہیں اتنا جان ۔ ایسا ہمت کیجئے، شادی ہو  
باستے تو سبھ تھیں پورے گاہیں اس سے محبت کرتا ہوں اور کسی کی محبت  
اکارت پنیر ہاتھ ۔ ۔ ۔ لیکن اپنے ان لوگوں کو میرامطاب ہے سیما کو ہم پڑھ لگئے  
ویجھتے کہ اس کا ہیہا مجھ سے ہو رہا ہے جس سے وہ جسے رفی اور بے اعتنائی کا  
انہار کر چکی ہے ॥

اس کے باپ نے اپنے گنجے سرپرہ باختہ تپراہی میں اس کے متلق کچھ  
سوچا گا ॥

یہ کہہ کر وہ پڑھ لگئے کہ انہیں ایک ٹھیکیہ لوت سے رشوت وصول کرنا ملتی نہیں  
جیسے ٹکی شادی کے اخراجات کے سلسلے میں ۔

شہزادہ سلیم حبیب رات کو بلند پر سونتے کہ لئے یعنی تو اسے انکی کویاں  
بی کیا ار تشرکیں ۔ ساری رات وہ ان کے خواب دیکھتا رہا ۔

ٹھوڑے سے پر سوار بارع میں آیا ہے ۔ ۔ ۔ شاہزادہ دباس پہنئے اسپر نازی  
سے اتر کر بانٹ کی ایک روٹھ پر جا رہا ہے ۔ کیا دیکھتا ہے کہ سیما انہوں کے بوڑھے  
کی صدی سے اوپنی نماش سے ایک فخر نکلی توڑنے کی کوڑھ کر رہی ہے ۔ ۔ ۔ اس  
کی بھاڑی ہر کم کتابیں لکھتی پڑتی ہیں ۔ زلفیں الجھی بھنی ہیں اور وہ اچاک اچاک  
کی اس شانی تک اپتا ہے مذہب ہنچانے کی گوششی کر رہی ہے، لگر ہر رار ناکام رہتی ہے ۔

وہ اس کی طرف بڑھا، انار کی جماڑی کے پیچے چھپ کر اس نے اس شاخ کو کپڑا اور جبکا دیا سیا نے وہ کلی توڑی جس کے وہ اتنی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن قوراً سے اس بات کا احساس ہوا کہ وہ شاخ پیچے کیسے جکٹ کی۔

وہ ابھی یہ سوچ رہی۔ ہی تھی کہ شہزادہ سلیم اس کے پاس پہنچ گیا، بتھا گبرائی، نیکی پیغام بھی کراں نے اپنی کتابیں اٹھائیں اور بجل بیں داب لیں، انار کی اپنے جوڑ سے میں اپس فی اور یہ خنک الفاظ کہہ کر دہان سے چل گئی، اپ کی ارادت کی وجہ کوئی صورت ہیں تھی۔ بہر حال لٹکر یہ ادا کئے دیتی ہوں؟ تمام رات وہ می قسم کے خواب دیکھتا رہا، سیا اس کی معماری بھر کم کتابیں انار کی کلیاں اور شادی کی دعوم و عاصم۔

ثانوی ہو گئی، شہزادہ سلیم نے اس تشریب پر اپنی انار کی ایک جبکا بھی نہیں دیکھ پائی تھی وہ اتنی بخ کے لئے تراپ رہا مقاوم تھا اس کی آخوند میں ہو گی وہ اس کے استپیار میں گاکہ وہ تنگ اگر رہا شروع کر دے گی۔

سلیم کو دنے والی لڑکیاں بہت پسند تھیں۔ اس کا یہ ملکہ تھا کہ عورت جب رو رہی ہو تو سہت حسین ہو جاتی ہے۔ اس کے انسو شہنما کے قطروں کی مانند ہوتے ہیں جو مرد کے جذبات کے پھولوں پر ڈپکتے ہیں جن سے اسے ایسی راحت تھی ہے اور الیسی فرحت تھی ہے جو ان کی

## مشیب نہیں ہو سکتی -

رات کو دس بجے دلہن کو جلد عروسی میں داخل کر دیا گیا، سلیم کو بھی اجازت مل گئی کہ اس کمرے میں جا سکتا سکتا ہے۔ لٹکیوں کی چھپڑی پھاڑ اور رسم درسوم سب ختم ہو گئی تھیں۔ وہ کمرے میں داخل ہوا۔

پھولوں سے بھی ہوتی مسہری پر دلہن گھونٹھٹ کا طھہرے ریشم کی گھنٹڑی اسی بنی پیٹھی تھی، شہزادہ سلیم نے خاص انتظام کرایا تھا کہ پھول، اناسکی کھیاں ہوں — وہ دھرم لگتے ہوئے دل کے سامنے سہری کی طرف بڑھا اور دلہن کے پاس پہنچ گیا۔ کافی دیر تک وہ اپنی بیوی سے کوئی بات نہ کر سکا۔ اس کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کی بغل میں کتابیں ہوں گی جن کو وہ اٹھانے نے نہیں دسے گی آخراں نے بڑی جگت سے کام بیا اور اس سے کہا "رسیما" —

یہ نام لیتے ہی اس کی زبان فتحک ہو گئی لیکن اس نے بڑی جانت فراہم کی اور اپنی دلہن کے چہرے سے گھونٹھٹ اٹھادیا اور بھوپنچارہ گیا۔ یہ نیما نہیں تھی، کوئی اندر ہی لٹکی تھی۔ ذار کی ساری کھیاں اس کو ایسا محسوس ہوا کہ مرجھا گئی ہیں۔

---

# ملاوٹ

(۱۹۵۲ء)

امریت سر میں علی محمد کی صنواری کی دکان بھی چھوٹی تھی، گراس میں ہر جیز موجود تھی۔ اس نئے کچھ اس قرینے سے سامان بخاتما کو مٹھاٹھا دکھ قی نہیں دیتا تھا۔

امریت سر میں دبی سکر کا نڈار بیک کرتے تھے، اگر علی محمد وہ بھی فوج پر آپتا مل نہ رکھ کر تاختا۔ یہی وجہ ہے کہ دوگ دندادر سے اس کے پاس اُستے اور اپنی صرفت کھیزیں بزید کرتے۔

وہ غریبی قسم کا ادھی تھا۔ زیادہ منافع لینا اس کے نزدیک گناہ تھا۔ ایک جان بھی اس کے لئے جائزنا فتح بھی کافی تھا۔

سارا دن دکان پر بیٹھتا، کام کوں کی بھیڑ لگی۔ تھی۔ اس کو بعض اوقات افسوس ہوتا جب وہ کسی نگاہ کے کو شلاؤٹ صابن کی ایک ٹکریہ نزد سے سکنا یا کیلی فرنیں

پوپی تیل کی بوتل کیونکہ یہ چیزیں اسے محدود نہیں تھیں۔

بیکر نہ کرنے کے باوجود وہ خوشحال تھا اس نے دو ہزار روپے پے اپنے اندازگر رکھتے تھے۔ جو ان تھا۔ ایک دن دکان پر بیٹھے بیٹھے اسی نئے سوچا کاب شاہی کریم چلہتے۔ بڑے بھوٹے خالی دماغ میں آتے ہیں۔ شادی کر دیں کہ زندگی میں لطافت پیدا ہو جائے گی۔ بالآخر پہنچے ہوں گے ان کی پر درش کے لئے میں اور زیادہ کامے کی گوشش کر دیں گا۔

اس کے والدین عرصہ ہوا اللہ کو پیار سے ہو چکے تھے اس کی کوئی بہن بھتی نہیں تھی اور باکل اکیلا تھا۔ شروع مشروع میں اجب گدھہ دس سال کا تھا۔ اس نے اخبار بینچنے شروع کئے۔ اس کے بعد خراچ پڑ گیا۔ فیکیاں بیچیں۔ جب اس کے پاس ایک سہارہ پر پہنچ ہو گیا تو اس نے ایک چھوٹی اسی دکان کا سے پرسہلی اور منہاری کامان حربہ کر بیٹھ گیا۔

اُدنی ایسا ڈکان تھا۔ اس کی دکان مکھڑے ہی عرضے میں چلن لکھی۔ جہاں تک اُدمن کا تھاں تھا، وہ اس سے پہنچ رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تھا کہ پہنچ رہا ہے۔ اُس کی پوچھی ہو، پہنچے ہوں، اونہ وہ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ کامے کی گوشش کرے۔ اس لئے کہ اس کی زندگی میں ایسی بن گئی تھی صیغ دکان کھوتا۔ گاہک آتے انہیں سودا دیتا، شام کو دکان بند کرتا اور ایک چھوٹی طسی کھڑکی میں جو اس نے شریف پورہ میں سے رکھی تھی، سرو جاتا۔

گنجے کا ہوٹل تھا۔ اس میں وہ کھانا کھاتا۔ صرف ایک وقت، صبح کا انشاء جیل سنگر کے کڑا سے میں شابھے طوانی کی دکان میں کرتا، دکان بھوتا اور شام تک اپنی گذتی پڑھتا رہتا۔

اس کے اندر شادی کی خواہش شدت اختیار کرنے کی لیکن سوال یہ تھا کہ اس سماں میں اس کی مدد کون کرے۔ امر تسریں میں اس کا کوئی دوست یا بھین نہ تھا جو اس کے لئے کوشش کرتا

وہ بہت پریشان تھا۔ سریف پورہ کی کوھڑی میں رات کو سوتے وقت وہ کئی مرتبہ روایا کہ اس کے ماں باپ اتنی جلدی کوئی مر گئے۔ انھیں اور کچھ نہیں تو اس لئے حزور زندہ رہنا چاہتے تھا کہ وہ اس کی شادی کا بند ولبست کر جائیں۔

اس کی سمجھ میں انھیں آتا تھا کہ وہ شادی کیجئے کرے۔ بہت دیر تک سچتا رہا۔ اس دوران میں اس کے پاس تین ہزار روپے بچ ہو گئے۔ اس نے ایک چھٹے سے گھر کو جو اچھا خاصا تھا کر لئے پرستی لیا۔ لگر رہتا وہ شریعت پورے ہی تھا۔

ایک دن اس نے اخبار میں ایک اشتباہ دیکھا جس میں یہ لکھا تھا کہ شادی کے خواہش مند اصحاب ہم سے رجوع کریں۔ بی۔ اسے پاس یہ ڈاکٹر ہر قسم کے رشتے موجود ہیں، خلدو کتابت کہجتے ہیں خود آگے ملتے۔

تو اور کو وہ دکان نہیں مکھولتا تھا۔ اس دن وہ اس پتے پر گیا اور اس کی ملاقات  
ایک والڑھی والے بزرگ سے ہوتی۔ محمد علی نے اپنا دعا بیان کیا والڑھی والے  
بزرگ نے میرزا کا دعا مکھول کر دیں اور چیز تصوری یں نکال میں اور اس کو ایک ایک کر کے  
دھکائیں گے وہ ان میں سے کوئی پسند کرنے  
ایک لڑکی کی تصویر علی محمد کو پسند آگئی چھوٹی عمر کی اور خوبصورت بھتی۔ اس  
نے شا دیاں کرنے والے ایجنت سے کہا مجباب — یہ لڑکی مجھے  
پسند ہے”

ایجنت مسکرا یاد تم نے ایک، میراجن یا یا ہے”  
علی محمد کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ لڑکی اس کی آنونش میں ہے اس نے گلکنا شروع  
کر دیا۔ میں — جواب آپ بات پر کہ کر دیجئے یہ  
ایجنت سمجھدی ہو گیا۔ دیکھو پر فوردار — یہ لڑکی جو تم نے چھنی ہے، علاوہ  
عین ہونے گے، ایک بہت بڑے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ میکن میں تم سے  
ذیادہ فیض نہیں ہاگلوں گا؟  
آپ کی بڑی فوازش ہے — میں یقین نہ کاہوں — اگر آپ میرا یہ کام کر  
دیں تو آپ کو سارہ یہ ہمراپنا باپ سمجھوں گا۔  
ایجنت نے موچھوں مجرے ہو نٹوں پر چھر مکوارہبٹ فودار بڑی ہجتی ہو۔  
میں تم سے صرف یعنی سو روپے فیض نہ کاہا۔

علیٰ محمد نے بڑے منتظر انہیں پہنچ میں کہا، "جاناب کا بہت بہت منتظر ہے۔

مجھے منتظر ہے"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے قین نوٹ سو سو روپے کے نکالے اور اس بنڈگار کو دے دیتے۔

تاریخ مقرر ہو گئی۔ نکاح ہوا۔ رخصی بھی ہوئی۔ علیٰ محمد نے وہ چھوٹا سامان کا ان جو کرائے پر سے لے کھا تھا، اب بجا بھایا تھا۔ وہ اس میں بڑے چاڑے سے پانی دہن لے کر آیا۔ پہلی رات کا تصور معلوم نہیں اس کے دل درد منع میں کس قسم کا تھا مگر جب اس نے دہن کا مگنونگٹ کا پنتے نامحتوں سے اٹھایا تو اس کو عرش سا ہا ہا۔

منہاست بدشکل عورت تھی۔ صریحًا اس مرد بزرگ نے اس کے سامنہ دھوکہ کیا تھا۔ علیٰ محمد نے کھڑا اتا گمرے سے باہر نکل گیا اور شریف پور سے جا کر اپنی کو خڑکی میں دیر تک سوچتا رہا کہ یہ ہو اکیا ہے۔ لیکن اس نے کسی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔

اس نے اپنی دکان نے کھولی۔ دو ہزار روپے وہ اپنی بیوی کا حق مہرا سی رات ادا کر چکا تھا۔ تین سو روپے اس ایکنٹ کو اب اس نے پاس صرف سات سو روپے تھے۔ وہ اس قدر دل برداشت ہوا کہ اس نے سوچا شہری چھوڑ دے ساری رات جا گئا اور سچتا رہا آغز۔ اس نے فیصلہ کر لیا۔ سیچ دس بنجے اگر نہیں اپنی دکان ایک شخص کے پاس پانچ ہزار روپے میں لعین اور نہیں پہنچانے دامون

بیچ دی اور مکٹ کٹا کر لے ہو چلا گیا۔

لہو رجھاتے ہوئے گاڑی میں کی جیب کرتے تھے بڑی صفائی سے اس کے  
تمام روپے غائب کر دیئے وہ بہت پریشان ہوا۔— لیکن اس نے سوچا کہ یہ  
خدا کوئی منظور نہ تھا۔

لہو رہنپا تو اس کی دوسری جیب میں بوجتھی نہیں گئی تھی صرف دس روپے  
اور گیارہ آنے سے اس نے چند روزگار سے۔ لیکن بعد میں فاقوں کی  
نوبت آگئی۔

اس دوران میں اس نے کہیں نہ کہیں لازم ہونے کی پہنچ گوشش کی گزناہ اس رہا  
— وہ اس قدر مایوس ہو گیا تھا کہ اس نے خود کشی کا ارادہ کر لیا مگر اس میں اتنی جگات  
نہیں تھی۔ اس کے باوجود ایک رات وہ بیل کی پٹڑاہی پر لیٹ گیا۔ ٹرین اُرہی تھی، مگر  
کافی بیدا اور ہدسری لائی پرچلی گئی کیونکہ اسے اور ہر جانا نہ تھا۔

اس نے سوچا کہ موت بھی دسوکار سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے خود کشی کا خیال  
چھوڑ دیا اور ہدی اور مرچیں پہنچے۔ والی ایک چکی میں بیس روپے مہوار پر بلازد  
اختیار کر لی۔

بہار اسے پہنچے دن تھے علوم ہو گیا کہ دنیا دھوکہ ہے۔ مہدی میں بیلی  
مشی کی مادرٹ کی جاتی تھی اور مرچیں میں سرخ انڈوں کی۔

دوسرے سوچک وہ اس پیکی میں کام کرتا رہا۔ اس کو ماں کا ہر بھین کم از کم سات

سورہ پیغمبر امیر کا ہے جنما اس دو ران میں ملی جو نے پانچ سورہ پیغمبر پیش کر لئے  
تھے ایک دن اس نے سورج اور ساری دنیا میں فریب ہوا فریب ہے تو وہ مجھی کیوں  
فریب دے۔

اس نے چنانچہ ایک علیحدہ جگتا تام کری افدا اس میں مرحوم اور بہادری میں قادٹ کا  
کام شروع کر دیا۔ اس کی آمدن اب کافی معمول گئی ہے۔ اس کو شادی کا کمی یاد خیال  
ایا گر جب اس کی اہمیت کے ساتھ اس پہلی رامت کا نقشہ آیا تو وہ کافی  
کاپ لیا۔

علی محبد خوش تھا۔ اس نے فریب کاری پوری طرح یکھلی تھی۔ اس کو اب اگر کے  
اس کے تمام گرم طوم ہے گئے تھے۔ ایک من لال مرحوم میں کئی انٹیں پینی چاہیں، بہادری  
میں کئی زرد نگاہ کی مٹی ڈالنی چاہیئے، پہنچ پہنچ و زن کا حساب، یہ اب اس کو اپنی طرح  
معلوم ہتا۔

لیکن ایک دن اس کی چکی پر پولیس کا چھا پڑا، بہادری اور مرحوم کے غیر نے  
بھتوں میں ڈال کر بہر بند کئے گئے۔ اور جب کیمیکل اگزامینر کی پورٹ، اُنی کہ ان  
یہن قادٹ ہے تو اسے گرفتار گر دیا گیا۔

اس کا فہریں کون محتاج اس کی ضمانت دیتا۔ کئی دن حوالات میں بند  
رہا۔ آخر مقدمہ عدالت میں پیش ہوا اور اس کوئی سورہ پیغمبر جزا اور ایک جیسی  
کی تبدیل با مشق استدی کی سزا ہوئی۔

بیرون تو اس نے او اکر دیا، لیکن ایک بیشنہ کی تیہ باشناقت اسے بھگتا ہی پڑا  
یہ ایک مہینہ اس کی زندگی میں بہت کڑا اور کھنڈا تھا۔ اس دوران میں وہ اپنے  
سوچتا تھا کہ اس نے بے ایمانی کیوں کی، جب کہ اس نے اپنی زندگی کا یہ اصول بنایا  
ہے کہ وہ فریب نہیں کرے گا۔

پھر وہ یہ سوچتا کہ اسے اپنی زندگی ختم کر لینی پڑی ہے، اس لئے کہ وہ زادھر کا رہا  
ہے زادھر کا، اس کا کو دار منبوذ نہیں۔ بہتر نہیں ہے کہ مر جائے، تاکہ اس کا ذہنی اضطراب  
مختتم ہو۔

جب وہ جیل سے باہر نکلا تو وہ مصبوط ارادہ کر چکا مقاوم خود کشی کرے گا تاکہ  
سد اجنبی حصہ ہی ختم ہو۔ اس غرض سے اس نے سات روز مزدوروی کی بوردو  
تین روپ سے اپنا پیٹ کاٹ کر جمع کئے اس کے بعد اس نے سوچا کہ کون سا نہر ہے  
جو کار آمد ہو سکتا ہے۔

اس نے صرف ایک ہی نہر کا نام نا تقابو بڑا فاتح ہوتا ہے۔ شکیا۔ مگر یہ  
شکیا کیا سے ملتی ہے؟

اس نے بہت گوشش کی آخر سے ایک بکان سے سمجھیا لگئی۔ اس نے  
عشا کی نماز پڑھی۔ خدا سنتہ اپنے سکنا ہوں کی منافی مانگی کہ وہ ہلدی اور مرچوں میں ٹوارٹ  
کرتا ہے۔ پھر رات کو سمجھیا سکھا تی اور فٹ پامخ پر سوگی۔

اس نے نام مقاوم کیا کہا سنہ والوں کے منہ سے جہاں نلموت ہے۔ تسلیم یہ کہ

کے دوسرے پڑتے ہیں۔ پڑا کرہ ہوتا ہے مگر اتنے کچھ بھی نہ ہوا۔ ساری راست وہ  
اپنی سوت کا انتظار کرتا رہا، مگر وہ نہ آئی۔

بعض امظاگر وہ اس دکاندار کے پاس لگا، جس سے اس نے شکیا خریدی ہنی  
اور اس سیدھا پوچھا "مجھا کی صاحب ہیں؟" اپنے پیغمبر کی شکیا دی سئے کہ میں ابھی تک ملنا نہیں  
دکاندار نے آہ بھر کر بیٹھے افسوس ناک لیجھ دیں کہا در کیا کہوں دیسرت، سمجھا  
آج کل ہر جنیز نعمت ہوتی ہے۔— یا اس میں فائدہ ہوتی ہے۔

---

# کھنڈ شش

(۳۰ جون ۱۹۷۴)

دروازہ کھلتا ہے۔ چو بدر نہیں مر تیرہ ہر سو پر لامپ سے آواز پیدا کرتا ہے اور  
اعلان کرنا ہے  
چو بدن با ادب، بالا خضرہ پر شیار نظریں نہ برد، شہنشاہ دنل مل پنج کے سنتہ تشریف  
لائے ہے یہیں۔

شہنشاہ دنل مل کے قدموں کی عبارتی چاپِ ننانی دینی ہے اس کے بعد وہ  
تشریف لاتے ہیں۔

شہنشاہ۔ یہیہ بذریعہ کہاں ہے

چو بدار ایک مبہت پڑھی ڈری پر سے سر یونشن اٹھاتا ہے۔ ہیہ بذریعہ  
چند ک کراہر نکلتا ہے اور فرشی سلام حرم کرتا ہے  
ہیہ بذریعہ۔ غلام سادو شہ بجا لانا ہے جہاں پناہ

شہنشاہ:- دستر غوال پر مابدالست کے کیا کیا چیز حاضر ہے؟  
 ہبہ بذریعہ۔ گھوست پلازو ایمپلاؤڈ، مٹروپلازو، نازنگی پلازو مخفین۔ بریانی - زردوہ،  
 رد غص جوش۔ قورس: نڈاٹر گوشت، بھنڈڑی گھوشت، مٹر گوشت، پاسے کا  
 شور۔ ہبہ نیمہ، ہبہ بجا، پکن لنس، پوٹھوٹس۔ ہبکن چاہیں، مٹن چاہیں، پوٹھوٹس۔  
 چاہیں۔ اور خدا جہاں پناہ کو سیدھت رکھ۔ — اسہر کی دال،

ٹھلاشادو۔ رخصیتے ہیں، اسہر کی دال، مابدالست کو بالکل پسند نہیں۔

ہبہ بذریعہ۔ یور محبیٹی۔ — اُن پنج پتیں اشنازی دلایوں سکے و زیر اعلیٰ بدھو ہیں۔

— اس سکے —

شہنشاہ:- (خونٹ ہو گئی) مابدالست تھاری فراستہ کی داد دستیتے ہیں اور خوش ہو  
 کر تھارانہ مرتیوں سے بھروسے کا حکم جاری کر ستے ہیں  
 ہبہ بذریعہ۔ میری مانش رک جائے گی عالم پناہ

شہنشاہ:- (مکاک) تم بہت ذہین ہو۔ — اچھا مابدالست تھیں سر کا خطاب  
 غناست فرستے ہیں

ہبہ بذریعہ۔ چہاں پناہ کی اس قدر اگرزاں نے ذر سے کو آفتاب بنادیا۔

شہنشاہ:- اور کس معنیتے۔ — پینگ لگی رنچنکاری

ہبہ بذریعہ۔ غلام سلوٹ پرالما ہے یور محبیٹی۔

وڑاکھ کھدا ہے۔ — پر بڑا تین صرتیہ فرشتے ہے انہی سے اوازیدا

کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے  
چوبدار۔ با ادب بالا حضرت۔ ہوشیار مفظیں سدبو۔ ملکہ عالیہ کی سواری آتی  
ہے، چھوٹے چھوٹے قدموں کی چاپ سنافی دیتی ہے۔ ملکہ عالیہ  
کی سواری آتی ہے۔

ملکہ۔ جہاں پناہ کو زیادہ دویر تو میرا انتشار نہیں کرنا پڑا؟ — میں اپنی خادمالی  
کے سر میں جوئیں ڈال دیتی ہیں۔

شہنشاہ۔ کیوں؟

ملکہ۔ رخایا کے لئے میں ایک بلڈنگ کھونا چاہتی ہوں۔

شہنشاہ۔ امورِ سلطنت سے تمہاری یہ ویسی مابدوالت کے لئے ہائیت مرت  
اہری ہے۔

ہیڈ بکرو۔ رہنا یا کتنی نوشِ نصیب ہے کہ اپنے ایسا مخلص بادشاہ اور اپنے ایسی مخلص  
ملکا اس پر حکمران ہے۔

شہنشاہ۔ پہلے یوں ہی مشہور تھا کہ نلاں بادشاہ کے بارے میں شیر اور بکری ملکے گھاٹ  
پانی پیتے تھے۔ لیکن ہمارے راج میں ایسے کتنے گھاٹ موجود ہیں جہاں  
شیر اور بکریاں اکٹھے پانی پیتے ہیں اور اس کو جلفہ امکان میں لا رہے رکھتے  
مابدوالست کو تامِ خیزی کے دانت نکلو اس نے اور تامِ بکریوں کے ہینگ  
کھیلانے پڑے۔

ہیڈٹبلر اس میں کیا شک ہے۔

مکونڈی بھتی سے

شہنشاہ (چونک کر) یہ کس نے ہیں بلا یا ہے۔ یہ کون فریاد ہی ہے۔ جس سے  
مدل وال صاف کی آہنی زنجیر کو بخش دی؟  
مکہ۔ جہاں بناہ کیا اسی وقت جھر دسکے میں تشریف لئے جائیں گے؟

شہنشاہ: ماسی و قند اسی گھر طی۔ جب پتک ہم اس فریادِ محبی کی فریادِ محبیں سن لیں گے اور ہر کی دال ہم پڑھاں۔ ہم بھی جھوکے میں جا کر فریادِ محبی سے ملاقات کریں گے مزدور اس پر کوئی ظلم ہوا ہے۔

چو پدر اتنی مرتبہ زمریں فرش پر اپنی لامھتی سے کواد پیدا کرتا سے اور  
اعلن کرتا ہے

چوبدار، با ادب با ملاحظه ایک شیار سخندریں رو برو۔ شہنشاہ عالم فریدادی کی فرید سنئے کے می تشریف لارہے ہیں۔

شہنشاہ نلکر اور ہمیڈہ بٹلر نیزوں بھروسے کے میں تحریرت لے جانتے ہیں۔

شہنشاہ:- یہ گون مقاجیں نئے ہمارے عدالتی مانعافت کی آہنی زنجیر ہاتھی۔ مادر  
العناف چاہے۔

شروعی دی :- یہ غلام الصاف کا طالب ہے جہاں پنا۔

شہزادہ۔ تمہارے ساتھ پورا انتقام ہو گا فریادی۔ — بدوہ کا درد جو

او سپاہی کا زبان کرنا ہے اسکام ہے۔

بڑا دی، عالمِ شام! آج کل ایک سیر دو دھیں فرست و نظرے دو دھوکے اندھی  
سمبریا فی بہر تا ہے۔

بُشِّری: میرزا مسیح اور میرزا علیؑ کے دو قدر سے بھی عجیبہ کر کے دکھا دیئے جائیں  
لگے۔ بُشِّری: بے خوف، دختر ہو کے پڑ لوک تینیں کس نے ایذا پہنچا لیا ہے  
کیا یا کیا ہام کے سپول سے تہاری بیوی۔۔۔۔۔

فریادی :- عالی پناہ کے ساتھ تسلی اس غلام نے ایک بہت بڑی لانڈری کھلائی  
دکھی ہے ۔

شہنشاہ کی پڑتال کیا تھی؟

شہریت اے۔ اپنا ہمیز ہوتا پا بنتیے۔ اب تمہیں کیا دکھ پڑھتا ہے؟  
ذرط ملکیتی دے جو بال نیا، بخی، تہست، بڑا دکھ پڑھتا ہے۔ میرے پاس اتنا فہریں  
جو میں بیان کرنے سکوں

شہنشاہ: ہوں دنخوا طمی دیر غور و نکر کرنے کے بعد فریادی تم کوئی نظر نہ کرو —  
ہم الشاذ کا بندوبست کر دیتے ہیں) — ہیئتہ بلکہ!

ہیئتہ بلکہ! — خلام حاضر ہے جہاں پاہ

شہنشاہ: ہے حضور! اسی عرصہ ہدا ہم نے سر کئے خطاب سنتے تھے، معرفت از  
گیا تھا۔

ہیئتہ بلکہ! — خلام اس قدر افرانی کا شکریہ ادا کر سکتا ہے۔

شہنشاہ: ہے! اس قدر کو اس قدر افرانی کا حق رکارنا بنت کرو! ہم نہیں دلیر ہیں لفاظ  
کا، تھے بخششہ ہیں، تاکہ تم اس فریادی کی افریاد کو منا سبب، دعویٰ ویں الفاظ ہیں  
قریب و سے کہا رہی خود است میں پیش کرو۔

ہیئتہ بلکہ! — خلام اس فرعن سنتے بلکہ دشمن ہونے کی پوری اپوری گشتش کر گیا

شہنشاہ: ہے! تم ملکت ہو فریادی؟

فریادی ہے! باکل ملٹھن ہوں خالی پناہ۔

شہنشاہ: دریہ المذاہ جاؤ کا شریادی کی فریاد و درپر اسٹن کی صورت تھا! یہ پیش کرو!  
ہیئتہ بلکہ! — کام کی اہمیت کے پیش مظہر خلام ایس ناہ کی بہانت، کے لئے درخواست  
کرتا ہے۔

شہنشاہ: ما بدلت دو ماہ کی ہملت، عطا فرمائشیں

ہیئتہ بلکہ! — شکر یہ:

فریادی و لشکریہ -

دروازہ کھلتا ہے چو بدار ہم مرتبہ فرش پر لامبی سے آواز پیدا کرتا ہے  
اور اعلان کرتا ہے

چو بدار، با ادب، بالا حظیر — پوسفیار — نظریں رو برو — شہنشاہ عالم  
دو میتھے کے بعد لانڈری داسے کیس کے متلق ہیڈل بثار المعروف وزیر الفاظ کی  
پورٹ سننے کیتے تشریف لارہے ہیں۔

شہنشاہ جھرو کے میں تشریف لانے ہیں

شہنشاہ، وزیر الفاظ، وندھمی داسے فریادی کی روپرٹ موزوں و مناسب الفاظ میں  
تیار ہوئی۔

ہیڈل بثار، دو میتھے کی مسلی محنت و مشقت اور عرق ریڈی کے بعد یہ یکمہ ان ایک  
کروڑ الفاظ کی روپرٹ تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جو پیک کی الگا ہی کیلئے سرکاری  
پر میں میں چھپ پڑی ہے۔

شہنشاہ، فریادی — وزیر الفاظ کے اس کام سے کیا تم مٹتھن ہو۔

فریادی، قطعی طور پر عالی جاہ — کام پڑے سلیقے سے ہو رہا ہے۔

شہنشاہ، وزیر الفاظ — ہم خود کے عستہ کے سلیقے تھیں وزیر الفاظ بنا کر اسی  
پورٹ کا لمحن پر جھپٹا جا سکتے ہیں، جو پیک کی الگا ہی کے لئے پر میں میں

پھر پڑھی ہے۔

ہیئتہ بلکر۔ روپورٹ کا اصل خلاصہ یہ ہے عالم پناہ۔ فریادی ایک بہت بڑی لانڈر میں کام کر رہی ہے اس لانڈر میں میں تمام کمپنیوں کے صابن سے نہیں، کسی اور ہمیچیز سے وصول سے جانتے ہیں، جس کا نسخہ صرف فریادی ہی جانتا ہے۔ فریادی ہے یہ نسخہ سینہ بینہ چلا آ رہا ہے عالم پناہ۔

شہنشاہ ہے۔ خوب

ہیئتہ بلکر۔ ڈرانی کونگ کے کام میں بھی فریادی پڑوں استعمال نہیں کرتا۔ فریادی ہے۔ غلام پڑوں کا سارا کوڑا بیک مار کبڑی میں بیچ دیتا ہے۔

شہنشاہ ہے۔ بہت خوب

ہیئتہ بلکر۔ فریادی کی لانڈر میں ساٹ سے سات سو دھوپی کام کرنے ہیں۔ ان کو سینہ بینہ پہنچنے والے اصول کے مطابق وہی تہذیب اعلیٰ ہے ہو ملکیہ یاد شاہیوں کے عہد میں دھوپیوں کو ٹاکریتی ہوتی۔ فریادی نے چار ہجینے ہوئے محسوس کیا کہ اس کے یہ تہذیب پانے والے اس کا صابر ہمارا ہے ہیں۔

شہنشاہ ہے۔ فریادی نے یہ کیسے محسوس کیا۔

فریادی ہے۔ ان کا رنگ دن بدن اجلہ ہو رہا تھا جملہ پناہ

شہنشاہ ہے۔ درستہ!

ہیئتہ بلکر۔ انہوں نے صابن کو افسوس پہنچا دیکی۔ اسی فریب کا پڑوں پینا

بھی شرمند کر دیا۔

شہنشاہ:- فریادی — پڑوں پینے کے متعلق کچھے حکوم ہوا ؟  
فریادی:- عالم پناہ — ان کی دھواں دھار تھری پر دل نے غمازی لکی  
شہنشاہ:- درست

بیٹھ بڑھا:- اپنے تختواہ پائے واسطے ملزمان یعنی اس پناخوری اور بند نوٹی سے تلاک،  
اگر فریادی نئے لیکے اور کپڑے سکھانے کے لئے ان کو اس میراں کی طرف  
روانہ کر دیا جہاں شہزادیاں چاند ماری سمجھتی ہیں

شہنشاہ:- (لکھ مدد ہے کہ) والان شہزادیوں نے ان بیگنی ہوئی کو لاک کر دیا  
بیٹھ بڑھا:- البتہ ہم ہوا جہاں پناہ — شہزادیوں کو نہ فہمی رہی کہ وہ ساتھ  
ساتھ سودھوئی جگلی انسانوں کی دہ کھیپ چوڑالاشان شہزادیوں کا نقش نہ درست  
کر سکے لئے ہر جنتے فرامیں کی جاتی ہے

شہنشاہ:- ہم ہو یوں اور جگنی انسانوں ہیں زمین آسمان کا فرق ہے  
بیٹھ بڑھا:- عالم پناہ کا درشاں پا لکلی صحیح ہے — ساتھ سات سودھیوں  
کے لواحقین چنانچہ فریادی کو ان کی ہلاکت کا ذمہ دار گردانستہ ہیں۔

فریادی:- خلام کا قصور صرف اتنا ہے جہاں پناہ کر اس نے تلاک اگر ان کو اس  
میہاں کی طرف چیج دیا چہاں دالاشان شہزادیاں فٹاں ز درست کر قہیں  
— لیکن ان کی افسوس ناک ہاگست کے بعد جبکہ سور کیا تو معلوم ہوا کہ غیر ارادی

خور پر اس غلام نے جہاں پناہ کیوں لفڑان کرنے کا ایک بہت ہی اچھا موقعہ  
فریض کر دیا ہے

شہنشاہ:- خور کرنے کے بعد مادرست بھی اس تیجے پر پہنچتے ہیں۔۔۔ تاریخ میں  
اس سے پہلے جہاں گیر کو اپنے موئی سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لیکن یہم عہد پیدا یہ  
کے شہنشاہ ہیں۔۔۔ جہاں گیری عدل فی زمانہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ خون  
کا بد لخون ہے۔

بیٹہ بلڑ:- کیا والا شان نہزاریاں، خاکم پاہن  
شہنشاہ و۔ وزیر الفاظ، ہمیں اپنا فرمی ادا کرنے دو۔

چوبدار میں مرتبہ فرش پر اپنی لامٹی سے آواز پیدا کرتا ہے اور اعلان  
کرتا ہے

چوبدار:- با ادب بالاحظہ، ہر کشیاں۔۔۔ مثمری رو برو۔۔۔ ملکہ عالیہ کی سولہ  
اُقی ہے

ملکہ عالیہ کی سواری اپنے کھوی ہوئے آتی ہے

ملکہ:- جہاں پناہ۔۔۔ یہیں کیا سن رہی ہوں  
شہنشاہ:- خون کا بد لخون۔۔۔ سہاری حملکت کے ہر درد دیوار سے ہی حد اُپنی  
ہے۔۔۔ خون کا بد لخون۔۔۔ کرنی خون بہانہ ہو گا

ملکہ: جہاں پناہ!

ہیڈ بکر۔ حالم پناہ !!

فریادی ہے۔ سارے نہیں سات سو دھوپوں کے اگتی پتا خونی شہیں چاہیئے۔ فردھوں  
پڑنے روپے کافی ہیں۔

شہنشاہ و نہیں۔ مادر دلت اپنے دامنِ عدل پر جہاں بگر کی طرح کوئی دصہ نہیں لگتے  
دیں گے۔ خون کا بد لخون ہے۔ خون بہا نہیں۔ وغیرالانداز والا  
شانِ شہزادیوں کی تعداد کیا ہے؟  
ہیڈ بکر۔ چچے برس کے اعداء شمار کے مطابق والا قدر شہزادیوں کی تعداد ایک سو  
میں تک پہنچی تھی۔

ملکہ ہے۔ ان میں میری کوئی دختر نیک اختر شاہی نہیں۔ پھر بھی میں چہاں پناہ سے  
درخواست کرتی ہوں کہ —

شہنشاہ ہے۔ ہمیں اپنے فرض سے بکدوش ہونے دو ملک۔ خون کا بد لخون ہے  
فریادی ہے۔ چہاں پناہ۔ ان سارے نہیں سات سو دھوپوں میں خون کا صرف  
یہ تکڑہ مختا۔

شہنشاہ۔ تھیں کیسے معلوم ہے؟

فریادی ہے۔ ان کا سارا خون پندرہ گریبیں نہ سرف ایک۔ پندرہ ماں کی پندرہ بیانات کا ان  
میں زندگی کی رمق باقی رہے۔

شہنشاہ۔ اب دلت کی نگاہِ عدل نہیں خون کے ایک قطرے اور خون کے ایک

سخندرہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس سے پیشتر کو رجوبت پسند تو تھیں ہیں مگر اہ کریں  
ملکت کے طول و عرض میں ریڈ یو اور اخباروں کے ذریعے سے اعلان کر دیا جائے  
کہ ہم لا نظری واسطے کیس کا فصلہ کرنے میں اپنی مثالی غیر جانبداری پر ہیں گے  
— خون کا بد لخون ہے — اس میں کوئی شک نہیں کہ والا شان شہزادیوں  
کی رگوں میں ہمارا بیلا خون دودڑ رہا ہے۔ بلکن اسے دھوپیوں کے سرخ خون  
کا پردہ دیتا ہو گا — ہر چیز اکٹ اعلان کر دیا جائے کہ نا بروقت تھے  
اس نگین مقدار کا نیصد مرتب کرنے کے لئے ایک کیش پٹھا دیا ہے۔

بیٹھ بڑا۔ کیش؟

بلکہ۔ کیش؟

فریادیا۔ کیش؟

شہنشاہ۔ کیش — یکمیش ملک کے چار بڑے دھوپیوں۔ وہ سب سے  
بڑے ڈرانی کھینچ دی اور ۴ خطاب یافتہ مرکاری لوگوں پر مشتمل ہے گا۔ بیٹھ بڑا  
جس کو ہم نے پہلے سر کا خطاب عنایت فرمایا تھا بعد احمد میں وزیر انداز پنا دیا  
تھا۔ اس کیش کا صدر ہو گا۔

بیٹھ بڑا۔ علام سے اتنا بڑا کام ہمراہ نہیں دیا جائے گا لیکن تھیں  
شہنشاہ۔ ابرو قوت کو اس کا علم ہے۔ تھاری صدارت میں تحقیقیاً کیش چھپنے  
پہنچ رپورٹ مرتب کر گا۔ عوام کی کامل تفاہی کے لئے نا بروقت اس کیش پر اپنے

اور یکشیخ بخادیں گے تاکہ عدل والفات کی نیا سنت کو فیگوش کوڈا کوڑا  
پرکشیدہ رہتے۔

ہیڈٹ بلور:- نام پاہ عوام کی تشنیخ پھر بھی نہیں ہے۔ اگر ان کی مرثت  
میں داخل ہے

شہنشاہ: دنگر مندہ ہر کہ عوام کی تشنیخ مدت مزدہ ہے۔ سب سے مقدم  
ہے ہم اس دلکشی کوئی دیکھ کر نہ کر لئے تیار نہیں جبیت کے اس  
حلسلے میں ہماری تشنیخ نہ ہو کہ عوام ہماری طرف سے یا انکی مقابلی ہے۔  
ہوا شافی کہہ کر چاپخاہ ہم سب سے پہلے اس سے ضرورتی کیش بھاگتے  
ہیں۔ اس کا نام شافی کیش ہو گا۔

ہیڈٹ بلور:- نام پاہ نہ مددہ بادا!

مکر:- عدل والفات زندہ بادا!

فریادی:- شافی کیش جو تدرہ بادا۔